طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ (الحدیث)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

طالبات تقریر کیسے کریں؟

جلد پنجم

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ

خلیفہ و مجاز حضرت حاذق الامت پرنامبٹ (خلیفہ و مجاز حضرت مسیح الامت جلال آبادی) مدیر دارالعلوم محمدیہ بنگلور

کی مجالس سے ماخوذ

مرتب

ڈاکٹر حکیم محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

مکتبہ طیبہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : طالبات تقریر کیسے کریں؟ (جلد پنجم)

ماخوذ از خطبات : حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی

مرتب : ڈاکٹر حکیم محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

کتابت و تزئین : مولانا عبید الرحمٰن قاسمی و مولانا فہیم احمد قاسمی، حبان گرافکس بنگلور

باہتمام : مولانا محمد طیب قاسمی

تعداد : تین ہزار (۳۰۰۰)

قیمت :

ناشر : مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

مرتب کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	انتساب	8
2	تقریظ	9
3	حرف اول	11
4	ناداروں اور فاقہ کشوں کی مدد کیلئے حضور ﷺ کے عملی اقدامات	12
	فاقہ کشوں کا وفد دربار رسالت میں	13
	حلف الفضول	14
5	ہندوستان کی جدید تعمیر میں علمائے کرام کی قربانی	16
	ٹیپو سلطان شہید رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی جملہ	18
6	حضور ﷺ نے پانچ نصیحتیں فرمائیں	20
	دس نصیحتیں	22
7	عاریتاً یا مستعار چیزیں دینا بھی مستحب ہے	23

	قرض کی فضیلت	25
8	ملکہ زبیدہ کی باندیاں بھی حافظۂ قرآن تھیں مگر ہماری اولادیں	27
	جس کا گھر وہی داخل ہوگا	29
9	قرآن سے غفلت تمام مصائب وآلام کا باعث	31
	ترک قرآن کا نتیجہ ذلت ورسوائی	33
10	اقوام عالم کا قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک	35
	قیدیوں کے ساتھ مشفقانہ سلوک	36
	اسیران بدر کے ساتھ حسن سلوک	39
11	پانی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے	40
12	شہادت حسین رضی اللہ عنہ آج کے فیشنل دور تک	44
	یہ سب رسومات ممنوع ہیں	48
13	ہجرت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور امتحان ہے	49
	صحابہ کرام نے دین کیلئے سب کچھ قربان کردیا	51
14	مریض کی عیادت اور اس کے آداب	53
	مریض کو خوش کریں	56
15	ایمان قابلِ رشک اور یقیں کا نور ہے	57
	مومن ہونے کی علامت	60
16	ایسے بھی سخی ہوئے ہیں دنیا میں!	61
	خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے	63
17	اللہ تعالیٰ نے ٹھیک حساب کے مطابق پانی اتارا	65
	انسان بہت کمزور ہے	67

18	بچوں کے مستقبل کو بہتر بنانے کی تجاویز	69
	ہر شخص نگراں ہے	72
19	ابلیس کے دوست اور دشمن کون لوگ ہیں	73
	سود کا انجام تباہی ہے	75
20	معاشی تحفظ کیلئے حضور ﷺ کے اقدامات	77
	سب سے بڑے راوی	79
21	عہدہ اور منصب احادیث کی روشنی میں	81
	اچھے اور برے حاکم کا انجام	84
22	حضور ﷺ بیمار کی مزاج پرسی فرماتے	86
	مریض کو خوش کن بات کہیں	88
23	پانی اور ہوا انسانی زندگی کیلئے بڑی نعمت	90
	کم اور زیادہ بارش میں اللہ کی حکمت	93
24	سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو عوام کیلئے زیادہ نفع بخش ہوں	94
	ہم کو اللہ نے عبادت کے لئے پیدا کیا	97
25	طلبِ علم کیلئے اصحاب خیر القرون رحمہم اللہ کی قربانیاں	98
	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بڑے مستغنی تھے	99
	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قوت حفظ	100
26	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ اور حسنِ نیت	102
	ایک ہزار اشرفی دریا برد کر دیا	104
27	چغل خور اور پیشاب سے نہ بچنے والوں کو عذاب	106
	چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا	108

28	حکیم الامت نے تنگدستی کی حالت میں علم کیسے حاصل کیا؟	110
	امام ربیعۃ الرائے رحمۃ اللہ علیہ	113
29	ختنہ ایک عظیم سنت ہے جو انسان کو تندرستی عطا کرتی ہے	115
	احکام اسلام میں دنیوی واخروی فوائد	117
30	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں مسلمان کے اخلاق	119
	غیروں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرے	122
31	بارش اور بادل قرآن کریم کی روشنی میں	123
	بارش اور سیلاب	124
	پانی کے دو ذخیرے	125
32	خدارا دوسروں کا نہیں، اپنا محاسبہ کیجئے	127
	اللہ گرفت کرنے پر آئیں تو کوئی بچ نہیں سکتا	129
33	اعمال میں اعتدال ہی اسلام کی روح ہے	131
	اسلام میں رہبانیت نہیں	134
34	قساوت قلب ایمان نہ ہونے کی علامت ہے	135
	سخت دل کا علاج	137
35	حضور ﷺ کے کھانے میں عام چیزیں ہوتی تھیں	139
	محبت خداوندی کیلئے اتباع نبوی ﷺ شرط ہے	141
36	حصول علم کیلئے اسلاف کی قربانیاں	143
	علم مشقت سے حاصل ہوتا ہے	145
37	موجودہ زمانہ میں فتنوں کے دروازے	147
	بیوٹی پارلر کلچر	148

	سیکس ایجوکیشن	149
	مانع حمل کلچر	149
	ایڈس کلچر	149
	کلچر شو کلچر	150
	فیشن شو کلچر	150
	بیوٹی کنٹسٹ کلچر	150
	شہر اور سیکورٹی کلچر	150
	ملبوسات کلچر	150
	یہودیوں کی اسلام دشمنی	151
38	فقراء ومساکین سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں	153
	فقراء کا اعزاز جنت میں	154
	کلمہ سوم کا تجزیہ	155
	ہر مخلوق اللہ کی حمد کرتی ہے	156
	انسان دو چیزیں ناپسند کرتا ہے	156
39	عالم برزخ میں روحوں کا مقام	158
	مومن کی روح رشتہ داروں کی روح سے خوش ہوتی ہے	159
	برزخ والوں پر زندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں	159
	منکر نکیر کے سوال وجواب	160

☆☆☆

طالبات تقریر کیسے کریں؟ جلد پنجم کا

ثواب اور انتساب

صاحبزادۂ رسولِ اکرم ﷺ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام معنون کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں جن کے نامِ نامی اسمِ گرامی پر نبی کریم ﷺ نے ''ابوالقاسم'' کنیت اختیار کی، جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی چاروں صاحبزادیوں سے قبل پیدا ہوئے، جن کے بچپن میں ہی رحلت فرما جانے پر محبوبِ رب العالمین غمگین ہوگئے لیکن زبانِ نبوت ﷺ نے اُف تک نہ کی اور رب ذوالجلال کی حکمت پر صبر فرمایا۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اطہر پر ہزاروں رحمتیں، برکتیں اور انوارات نازل ہوں۔

غلامِ غلامانِ صاحبزادۂ رسولِ اکرم

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاوَلی

خانقاہ رحیمی بنگلور

مورخہ: ۱۸؍جون ۲۰۱۳ھ بروز منگل

تقریظ

مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدارؔ قاسمی زید مجدہم
ناظم تعلیمات دارالعلوم محمدیہ بنگلور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

زمانۂ قدیم میں بچیوں اورلڑکیوں کی تعلیم وتربیت پرکوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی تھی، بلکہ عورت کو انسان تصور کرنے والے بہت کم لوگ تھے، وہ صرف مرد کی ضرورت تھی لیکن اسلام نے عورت کومقامِ اعلیٰ عطا کیا، اس کی تعلیم وتربیت کولازمی اوراجروثواب کا ذریعہ بتایا، سارے عالم میں پھیلی ہوئی خرافات جوعورت کوذلیل ورسوا کرنے کیلئے ہوا کرتی تھیں ان کواسلام نے مٹایا، اور ہرماں، بیٹی، بہن اور بیوی کو اس کا جائز حق دلوایا تاکہ وہ بھی معاشرے میں سکون واطمینان کی زندگی گذار سکے۔

آج جب یوروپی تہذیب وتمدن کی بدولت رشتوں میں دراڑیں پڑتی جارہی ہیں اورعورتیں آزادی کے نام پررسوائی وذلت کوفخر ومنزلت سمجھنے لگی ہیں تو ایسے موقع پر اسلام کے پیش کردہ نظامِ حیات کودوہرانے کی اشد ضرورت ہے، یہ اسی وقت ممکن ہے جب عورت کواس کا صحیح منصب ومقام یاد دلایا جائے، اس کی صحیح تربیت کی جائے۔

آج عورت کی تعلیم تو ہے لیکن اس کی صحیح تربیت نہیں، اس پرنکیر تو کی جاتی ہے لیکن مثبت پہلو کی طرف متوجہ نہیں کیا جاتا، جس کی ضرورت ازحد ہے۔ اس ضرورت کوحبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی نے خوب سمجھا اوراپنی مجالس میں مسلم بچیوں کی اصلاح وتربیت کے متعلق خصوصی ارشادات وفرمودات کے ذریعہ یہ باور کرایا کہ عورت گھر کی ملکہ ہے، اسے بازار کی رونق نہیں بنایا جاسکتا، لہٰذا ہمیں اپنی بچیوں کی تعلیم وتربیت اسلامی رنگ میں بچپن سے ہی کرنی چاہئے، تاکہ ایک منظم ومستحکم اور پاکیزہ معاشرہ میسر ہوسکے۔

برادرِ کبیر ڈاکٹر حکیم محمد فاروق اعظم حبان قاسمی زید مجدہم نے آپ کے ارشادات کوشروع میں خطبہ وتمہیدی کلمات کے ذریعہ ترتیب دے کرایک چھوٹا سا کتابچہ بعنوان ''طالبات تقریر کیسے کریں؟'' ترتیب دیا تھا، جس کے موضوعات کوبے حد پسند کیا گیا، جس پر بہت سے افراد نے اس کی مزید جلدیں لانے پراصرار کیا، حضرت حبیب الامت مدظلہ سے اجازت طلب کرنے کے بعد آپ کے دیگر خطبات اورمجالس سے مزید عناوین کواخذ کرکے دس جلدوں پرمشتمل مناسب صفحات پراس کتاب کی دوبارہ اشاعت کی گئی، ذاتِ باری تعالیٰ سے امید ہے کہ سابقہ کتابچہ کی طرح ''طالبات تقریر کیسے کریں؟'' کتاب بھی مدارس نسواں کی طالبات کیلئے اسی طرح نافع ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کوقبول فرمائے اور ناشر جناب مولانا محمد طیب صاحب قاسمی مالک مکتبہ طیبہ وجملہ معاونین کوجزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

العارض

محمد عثمان حبان دلدارؔ قاسمی
ناظم تعلیمات دارالعلوم محمدیہ بنگلور
مورخہ: ۱۷ر جون ۲۰۱۳ھ بروز پیر

حرفِ اول

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم، اما بعد!

الحمدللہ بعد نماز جمعہ احاطۂ دارالعلوم محمدیہ بنگلور میں مجلس رحیمی ہوتی ہے، ناچیز مجالس میں شریک رہتا ہے جس میں اصلاح وتربیت کے عنوان پر مختلف جواہر پاروں سے حاضرین دامن بھرتے ہیں، دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ ان کو یکجا کیا جائے جس سے مدارس میں پڑھنے والی طالبات استفادہ کرسکیں، مجلس رحیمی میں حضرت قبلہ والد بزرگوار خواتین کے متعلق جو ارشاد فرماتے تھے راقم ان کو یکجا کرتا رہا اور تھوڑے عرصہ میں مختلف عنوانات سے مضامین تیار ہوگئے، عنوانات ترتیب دے کر قبلہ والد بزرگوار سے ان کو شائع کرنے کی اجازت طلب کی، حضرت نے چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھ کر اجازت مرحمت فرمادی، ناچیز نے صرف تمہیدی کلمات کا اضافہ کیا ہے امید کہ تقریروں کا یہ مجموعہ مدارس نسواں کی طالبات کیلئے نافع ثابت ہوگا۔

دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ناچیز کی اس سعی کو قبول فرمائے اور ناشر جناب مولانا محمد طیب صاحب قاسمی مالک مکتبہ طیبہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

احقر

محمد فاروق اعظم قاسمی المعروف محمد حارث حبان

نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

مورخہ: ۱۸؍جون ۲۰۱۳ھ بروز منگل

ناداروں اور فاقہ کشوں کی مدد کیلئے

حضور ﷺ کے عملی اقدامات

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى. وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى. وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى. فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ. وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ. وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! ہمارے پیغمبر علیہ السلام غریبوں محتاجوں اور فقیروں کا بڑا خیال فرمایا کرتے تھے۔ قرآن کریم میں جو کچھ ہے وہ آپ علیہ السلام کی زندگی کی عملی تصویر تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بعض لوگوں نے آپ ﷺ کے اخلاق سے متعلق دریافت کیا تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم لوگ قرآن نہیں پڑھتے ہو۔ كَانَ خُلُقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّٰى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنُ کہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق تو قرآن ہی تھا یعنی قرآن کریم الفاظ و معانی ہے اور آپ علیہ السلام کی زندگی اس کی عملی تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ سائل کو مت جھڑکیے چنانچہ مانگنے والوں کو دربار نبوی سے محروم نہیں ہونا پڑا اگر دولت کدہ پر وہ چیز نہیں ہوتی جس کا سائل نے سوال کیا ہے تو آپ علیہ السلام دوسرے دنوں میں جب وہ چیز ملتی عطا کر دیتے یا کسی صحابی کو فرماتے کہ تم ان کو کھانا کھلا دو یا دوسری ضروریات پوری کر دو۔

فاقہ کشوں کا وفد دربار رسالت میں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ایسی جماعت حاضر ہوئی جو برہنہ پا اور ننگے بدن تھی، یعنی وہ ناداری کے سبب انتہائی خستہ حال تھے۔ انہوں نے چیتے کی کھال کی طرح کا عبا اوڑھ رکھا تھا، تلواریں لٹکا رکھی تھیں۔ ان کی اکثریت قبیلہ مضر سے تعلق رکھتی تھی، بلکہ سب ہی قبیلہ مضر کے افراد تھے۔ ان کے چہروں پر فاقہ کشی کے نمایاں آثار دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کا چہرۂ انور سرخ ہو گیا۔ آپ ﷺ حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ اذان و اقامت کے بعد نماز ادا فرمائی۔ اس سے فراغت کے بعد لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں آپ ﷺ نے صحابہ کو صدقہ و خیرات پر ابھارا۔ آپ ﷺ پر تاثیر تقریر سن کر صحابہ نے اپنی جمع پونجی آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آن کی آن میں اناج اور کپڑوں کے دو انبار لگ گئے۔ ایک انصاری صحابی نے درہموں سے بھرا ہوا ایک طبق پیش کیا، جو اتنا وزنی تھا کہ ان سے اٹھایا نہ جاتا تھا۔ اس ترغیبی اور ہنگامی چندے سے حاصل شدہ مال کو دیکھ کر اور صحابہ

کے ایثار سے خوش ہو کر نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ انور دمکنے لگا۔ یہ تمام اشیاء آپ ﷺ نے قبیلہ مضر والوں کے درمیان تقسیم فرما دیں۔

نبی کریم ﷺ نے اخلاقی تعلیمات کے ساتھ ایسے عملی اقدامات بھی کیے جو مختلف حوالوں سے امت کے لئے راہنمائی کا سامان ہیں۔ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اعلان نبوت سے قبل کی آپ ﷺ کی زندگی کا جو خاکہ پیش کیا ہے، وہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ دوسرے انسانوں کی خدمت کے لئے وقف تھی۔ معاشی تحفظ کے لئے آپ ﷺ کے چند عملی اقدامات درج ذیل ہیں:

آپ ﷺ کی عمر مبارک ۲۰ سال تھی جب آپ ﷺ نے حلف الفضول میں شرکت فرمائی۔ اس کا مقصد پرامن معاشرہ کا قیام اور بقائے باہمی کے اصولوں پر زندگی گزارنا تھا، ان اصولوں سے معاشی تحفظ بھی حاصل ہوا۔ حلف الفضول کی ایک شق یہ بھی تھی۔ لَنَکُوْنَنَّ مَعَ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰی یُؤَدِّیَ اِلَیْہِ حَقُّہٗ مَا بَلَّ بَحْرٌ صُوْفَۃً، وَفِی التَّاَسِّیْ فِی الْمَعَاشِ. ہم ہمیشہ مظلوم کی مدد کریں گے یہاں تک کہ اسے اس کا حق مل جائے اور معاش میں ہم خبر گیری اور مواسات بھی کریں گے۔ یہ معاہدہ اس وقت تک ہے جب تک سمندر گھونگھے کو تر کرتا ہے۔

حلف الفضول

عرب کی نہایت خطرناک اور مشہور جنگ حرب فجار ہے چونکہ حرام مہینوں میں ہوئی اس لئے اس کا نام حرب فجار پڑ گیا۔ مقام عکاظ میں جو طائف کے قریب ہے حرام مہینوں میں بہت بڑا بازار لگتا تھا وہاں قبیلہ ہوازن اور قریش میں سخت مقابلہ ہوا اور پھر متواتر لڑائیاں اور جنگیں ہوتی رہیں جس سے سینکڑوں گھرانے تباہ و برباد ہو گئے حرب فجار کے بعد ذوالقعدہ میں زبیر بن عبدالمطلب نے حلف الفضول کی

تحریک کی عبداللہ بن جدعان کے مکان پر لوگ اکٹھا ہوئے ہر ایک نے عہد کیا کہ مظلوم کی حمایت ونصرت کریں گے۔ آنحضور ﷺ بھی اس معاہدہ میں شریک تھے اور فرمائے کہ اس کے مقابلہ میں مجھے سرخ اونٹ ملیں تو ہرگز پسند نہیں اب عہد اسلام میں بھی ایسے معاہدے میں شرکت کروں گا یہ معاہدہ حلف الفضول اس لئے کہلاتا ہے کہ بہت پہلے فضل بن فضالہ بن وداعہ فضیل بن حارث اور فضل نے قتل وغارت گری کے انسداد کے لئے ایک معاہدہ کیا تھا چونکہ ان کے مادے میں فضل ہے اس لئے اس معاہدہ کا نام ہے حلف الفضول پڑ گیا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

ہندوستان کی جدید تعمیر میں علمائے کرام کی قربانی

اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، مشفق ومہربان معلمات، ماؤں اور بہنو! ہندوستان پر ایک طویل عرصہ تک مسلمانوں کی بڑی شان وشوکت کے ساتھ حکومت رہی ہے اور یہ بھی مسلم حقیقت ہے کہ ہر دور میں یہاں مسلمان اقلیت ہی میں رہے ہیں، ہندوستان اس دور میں بھی ترقی یافتہ ملک تھا سونے کی چڑیا کہلانے والا ملک لوگوں کی توجہات اپنی طرف مبذول کررہا تھا۔ سولھویں صدی میں برطانیہ سے ایک قافلہ ہندوستان کی سرزمین پر تجارت کی غرض سے آیا اور حکومت وقت سے اس نے یہ درخواست کی کہ ہم یہاں تجارت کو فروغ دینا چاہتے ہیں ہمیں اسکی اجازت دی جائے حکومت وقت نے

اسکے دام فریب میں آ کر کئی ایکڑ زمین بھی اسکے نام الاٹ کر دی اور بدبخت انگریزوں کا نام قدم ہندوستان کی سرزمین پر جڑ پکڑنے لگا اور ان لوگوں نے اپنی کمپنیاں قائم کرلیں اور سو سال تک ان لوگوں نے اپنی تجارت سے سروکار رکھا اور حکومت وسیاست سے دور رہے لیکن جب دیکھا کہ مغلیہ حکومت کی دیواریں کمزور پڑ رہی ہیں تو اپنے اصلی لبادہ کو کھول کر بالکل سامنے آ گیا جس کو اب تک چھپائے ہوئے تھا اور بڑی ہی عیاری ومکاری کے ساتھ ایک علاقہ کو ہڑپ کرتا ہوا چلا گیا اور وہ منحوس وقت بھی جب کہ دہلی سمیت پورے غیر منقسم ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔

جب انگریزی سامراجیت ہندوستان میں اپنے عروج وانتہا تک پہنچ گئی۔ چہار جانب ظلم وبربریت کا تند جولاں اہلیان ہند کو اپنے طوفان بلاخیز میں خس وخاشاک کی طرح بہالے جانے کے درپے تھا تو اس وقت اس بحر تلاطم پر بند باندھنے کے لئے علماء کرام کی ہی وہ سرفروش جماعت رزم گاہ میں کود پڑی جس نے چودہ سو برس قبل نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ سے کسب فیض کیا تھا اور جنھوں نے قیصر وکسریٰ جیسی سامراجی اور سپر پاور قوت سے لوہا لینے میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کی تھی بلکہ ان سے ٹکر لے کر ان کا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا تھا۔ اپنے اسلاف کے اصول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے۔ یہ مردان مجاہد جو ایک ہی وقت میں قال اللہ اور قال الرسول کا درس دینے والے بھی تھے تو وقتِ ضرورت میدان کارزار میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانے کا ہنر بھی جانتے تھے۔ یہ مردان مجاہد مدرسہ شاہ ولی اللّٰہی کے چشمہ سے سیراب اور سید احمد شہید اور ان کے رفقاء سے فیض یاب حضرات ہی تھے۔ جن کی جواں مردی اور شوق شہادت کسی سے مخفی نہیں۔ یہ علماء کرام بیک وقت معلم بھی تھے اور میدان جنگ میں قائد اعظم بھی تھے گویا یہ ان سرفروشوں کی جماعت تھی جو سرور کونین ﷺ کے نقش قدم پر چلنے میں ان کی صحیح اور حقیقی جانشین تھی۔

ہندوستان میں اسلام اپنے پوری علمی، اخلاقی اور تہذیبی خصوصیات کے ساتھ وارد ہوا جس نے اہلیان ہند کی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ پھر علماء کرام کی مسلسل جدوجہد سے یہاں پر پھیلے ہوئے باطلانہ ومفسدانہ عقائد اور طرح طرح کی انسانیت، غیر اسلامی رسم ورواج پر روک تھام لگی۔ پھر علماء کرام کی گوناگوں کوششوں سے یہاں پر مدارس ومکاتب کی بنیاد رکھی گئی جو تبدریج بڑھتی ہی گئی اور جس سے انوارِ رشد وہدایت کا جو چشمہ پھوٹا تو اس نے کسی کو پیاسا نہ چھوڑا۔

پھر جب انگریزی دور حکومت میں انسانیت سسک سسک کر دم توڑنے لگی تو انہیں علماء کرام نے علم بغاوت بلند کیا اور جنگ آزادی میں اپنی قائدانہ اور مجاہدانہ صلاحیتوں کا ایسا مظاہرہ کیا کہ انگریزوں کو مجبوراً بادل ناخواستہ ہند سے کوچ کرجانا پڑا لیکن اس آزادی کے لئے جتنی قربانیاں علماء کرام نے دیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔

اگر علماء کرام اپنی گوناگوں خصوصیات کے ساتھ میدان کارزار میں کود نہ پڑتے تو ملک کی تعمیر اور آزادی کی صبح کا خواب کبھی بھی شرمندہ تعمیر نہ ہوتا۔

ٹیپو سلطان شہید رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی جملہ

جو قوم محض موت کے خوف سے لرزہ براندام ہو جاتی ہو وہ انگریز جیسی ظالم وجابر قوم سے کبھی مقابلہ نہیں کرسکتی تھی اور ملک کو انگریزوں کے ناپاک اور منحوس قدم سے کبھی بھی نجات نہیں دلاسکتی تھی ہندوستان کی آزادی میں مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ ہی نہیں لیا بلکہ ملک کو آزاد کرانے میں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی پیش کردیا تب جاکر ملک کو آزادی ملی، جنوب میں ٹیپو سلطان شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اور ان کے والد فتح علی خاں حیدر نے انگریزوں کا مقابلہ کیا اور بالآخر وطن عزیز کی خاطر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے تاریخ کے اندر ایسا کوئی بادشاہ نہیں گذرا ہے جو دشمنوں سے مقابلہ کرتے

ہوئے میدان کارزار میں جام شہادت نوش کیا ہو یہ مقام و مرتبہ صرف ٹیپو سلطان شہید رحمۃ اللہ علیہ ہی کو حاصل ہوا اور تاریخی جملہ کہتے ہوئے شہید ہوئے کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔ جب شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ ہندوستان دار الحرب ہے تو اس فتوے نے پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے دلوں میں پیوست ہو گیا اور اس بات کا تہیہ کر لیا کہ اب تو ملک کو انگریزوں سے پاک کر کے ہی دم لیں گے اس کے لئے خواہ کتنی ہی قربانیاں کیوں نہ دینی پڑے۔ چنانچہ لاکھوں مسلمانوں سے وطن عزیز کی خاطر اپنی جان قربان کر دی اور ہزاروں علماء کرام کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا کالے پانی کی سزا دی گئی شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑھاپے کی عمر میں جریرہ انڈمان میں بھیج دیا گیا جہاں سخت سے سخت سزائیں دی گئیں ان کے جسم پر گرم گرم لوہے رکھے جاتے مگر قربان جایئے ان کی ثابت قدمی اور اولو العزمی پر کہ انگریزوں کی موافقت میں ایک بات کہنا بھی گوارا نہ کیا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نصیحتیں فرمائیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

سامعین محترم، مشفق و مہربان معلمات، ماؤں اور بہنو! اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تم کو دیں لے لو اور جس سے روکیں اس سے باز آجاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔ نبی اللہ تعالیٰ کے احکام بندوں تک پہونچانے والے ہوتے ہیں اور ہر طرح سے ان کی مدد کی جاتی ہے۔ اس لئے ان کی اتباع و پیروی ہمارے لئے لازم اور ضروری ہے۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّاْخُذُ عَنِّىْ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ اَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَّعْمَلُ بِهِنَّ قُلْتُ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ بِيَدِىْ فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اِتَّقِ

اَلْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَّمَ اللّٰهُ لَکَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰى جَارِکَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرِ الضِّحْکَ يُمِيْتُ الْقَلْبَ. (مشکوۃ المصابیح ص:۳۸۰، ج۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو مجھ سے پانچ باتوں کو سیکھے اور پھر ان پر عمل کرے یا اس شخص کو سکھائے جو ان پر عمل کرنے والا ہو؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص میں ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر میرا ہاتھ پکڑا اور وہ پانچ باتیں شمار کیں اور ان کو اس طرح بیان فرمایا:

(۱) کہ تم ان چیزوں سے بچو جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے اگر تم ان سے بچو گے تو تم لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گذار بندہ ہو جاؤ گے۔ (۲) تم اس چیز پر راضی و شاکر رہو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں لکھ دیا ہے اگر تم تقدیر الٰہی پر راضی و مطمئن رہو گے تو تمہارا شمار مالدار لوگوں میں ہوگا، یعنی جب بندہ اپنے مقسوم و مقدر پر راضی و مطمئن ہو جاتا ہے اور طمع و حرص سے پاک ہو کر زیادہ طلبی کی احتیاج نہیں رکھتا ہے تو وہ مستغنی اور بے نیاز ہو جاتا ہے اور تونگری کا اصل مفہوم بھی یہی ہے (۳) تم اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کرو اگرچہ وہ تمہارے ساتھ برا سلوک کرے، اگر تم ایسا کرو گے تو تم کامل مومن سمجھے جاؤ گے۔ (۴) تم دنیا و آخرت سے متعلق جس چیز کو پسند کرتے ہو اس کو دوسرے سب لوگوں کیلئے پسند کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو تم کامل مسلمان سمجھے جاؤ گے۔ (۵) اور تم زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ اور خدا کی یاد سے غافل بنا دیتا ہے۔ اگر تم ہنسنے سے اجتناب کرو گے تو تمہارا دل روحانی و تر و تازگی اور نور سے بھرا رہے گا اور ذکر اللہ کے ذریعہ اس کو زندگی و طمانیت نصیب ہوگی اس روایت کو احمد اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

دس نصیحتیں

بڑی ہی انمول اور قیمتی نصیحتیں ہیں جو پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ پوری امت کو فرمائی ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھی آپ علیہ السلام نے دس نصیحتیں فرمائیں۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس کلمات ارشاد فرمائے۔ (۱) اللہ کے ساتھ کسی شئی کو شریک نہ کرنا اگرچہ تم قتل کر دیئے جاؤ اور جلا دیئے جاؤ دوسرے والدین کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ ہم کو حکم دیں کہ نکل جاؤ اپنے اہل و عیال اور مال سے اور تیسرے فرض نماز کو جان بوجھ کر ہرگز نہ چھوڑ و اسلئے کہ جو شخص فرض نماز کو جان بوجھ کر چھوڑتا ہے تو اللہ کا ذمہ اس سے بری ہو جاتا ہے۔ چوتھے شراب ہرگز نہ پینا اسلئے کہ یہ ہر برائی کی جڑ ہے۔ پانچویں اپنے آپ کو گناہ اور معصیت سے بچاؤ اسلئے کہ گناہ سے اللہ کی ناراضگی نازل ہوتی ہے اور چھٹے لڑائی میں پشت پھیر کر بھاگنے سے اپنے کو بچاؤ۔ اگرچہ لوگ ہلاک ہو جائیں ساتویں اور جب لوگوں میں موت واقع ہونے لگے یعنی طاعون وغیرہ کی کوئی بیماری آجائے تو تم بھی اسی قوم میں ہو تو وہاں سے جاؤ نہیں بلکہ وہیں ثابت قدم رہو۔ آٹھویں اپنے مال میں سے اہل و عیال پر خرچ کرو اور نویں ان سے لاٹی نہ اٹھاؤ ادب سکھانے کیلئے بھی ضرورت پڑنے پر ان کی پٹائی بھی کرتے رہو۔ اور دسویں اللہ کے واسطے ان کو ڈراتے رہو۔ یہ بھی بڑی انمول نصیحتیں ہیں ہمارے پیغمبر امت پر کس قدر رحیم و کریم اور شفیق و مہربان ہیں کہ قدم قدم پر امت کی رہنمائی اور دستگیری کا اہم فریضہ انجام دے رہے ہیں اور گویا امت کا ہاتھ پکڑ پکڑ کر جنت میں لے جانا چاہتے ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

عاریتاً یا مستعار چیزیں دینا بھی مستحب ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ. فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ. وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ. فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ. الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ. الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ . وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، مشفق ومہربان معلمات! خالق وارض وسماء نے انسان کو مولی الطبع بنایا یعنی شہری زندگی گذارنے کے کا عادی بنایا فطری طور پر انسان جنگل وبیابان میں زندگی گذارنا پسند نہیں کرتا بالفاظ دیگر تنہائی اسے پسند نہیں ایسی جگہ پر رہنا پسند کرتا جہاں لوگوں کی آبادی ہو، بستیاں آباد ہوں، تاکہ وقت ضرورت ایک دوسرے کے کام آسکیں اور مدد کرسکیں اس لئے کہ کوئی بھی انسان ہو ہمیشہ اس کے

حالات یکساں نہیں ہوتے بلکہ مختلف ادوار سے گذرنا پڑتا ہے اس لئے انسان ایک دوسرے کا تعاون کا حاجتمند ہوجاتا ہے۔ شریعت نے ایک دوسرے کا تعاون کرنے کی توجہ دلائی اور اس کے لئے فضائل بیان کئے اور آپسی تعاون سے معاشی حالت بھی درست ہوتی ہے۔

عاریتاً چیز دینے سے بھی معاشی ضرورتوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے ایسے لوگوں کو جو برتنے کی معمولی چیزیں بھی ادھار نہیں دیتے، بربادی کا پیغام دیا ہے۔ (الماعون:۷) 'ماعون' ایک وسیع المعانی لفظ ہے۔ مفسرین کے نزدیک اس میں زکوٰۃ سے لے کر چھلنی، ڈول، سوئی، کلہاڑی، ہنڈیا، نمک، دیا سلائی تک کی عام اشیائے ضرورت شامل ہیں۔ اسی طرح اس کی تعریف میں یہ بھی آتا ہے کہ کسی کے ہاں مہمان آجائیں اور وہ ہمسائے سے چارپائی یا بستر مانگ لے یا کوئی اپنے ہمسائے کے تنور میں اپنی روٹی پکالینے کی اجازت مانگے یا کچھ دنوں کے لئے باہر جارہا ہو اور کوئی قیمتی سامان دوسروں کے پاس رکھوانا چاہے۔ عہد رسالت مآب ﷺ میں عام روزمرہ زندگی میں چیزیں مستعار لینے کا پتا چلتا ہے:

۱- خواتین کے ملبوسات مستعار لینے کے متعدد واقعات ملتے ہیں۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا دوسروں کو اپنی چیزیں بالخصوص قمیص مستعار دیا کرتی تھیں۔ دلہن کے کپڑے مستعار لینا معمول تھا اور اسے معیوب نہ سمجھا جاتا تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو وہ اپنی کسی بہن سے ادھار لے لے''۔

۲- عورتوں کے زیورات مستعار لینے کی بھی روایت تھی۔ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر حضرت عائشہ کا گم ہونے والا ہار دراصل ان کی بہن حضرت اسماء کا تھا۔ جسے انہوں نے ان سے مستعار لیا تھا۔

۳- نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ جس کے پاس اس کی ضرورت سے زائد زمین ہو وہ اسے اپنے کسی بھائی کو ہبہ کردے یا اسے عاریتاً دے دے۔

عاریتاً چیزیں دینے کو مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری رحمۃ اللہ علیہ نے فقہی زبان میں یوں بیان کیا ہے: ''امت کا اس پر اجماع ہے کہ عاریت نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن ہے اور مستحب بھی ہے، اس لئے کہ اس میں مجبور کی حاجت روائی اور نادار کی اعانت وامداد ہے''۔ (تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جولائی، ستمبر ۲۰۱۲ء ص ۷۳-۷۴)

قرض کی فضیلت

چونکہ انسان مدنی الطبع ہے یعنی ہر انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے معاملات میں، معاشرت میں، اخلاقی چیزوں میں، مثلاً ایک مزدور ہے اسے ضرورت ہے کام کی تاکہ صبح سے شام تک کام کرے تو کچھ روپیہ حاصل کرکے اپنی بیوی بچوں کے لئے غلہ وغیرہ کا نظم کرسکے۔ اسی طرح کا شتکار بھی محتاج ہے کپڑے کا تاکہ اس کو پہن کر زندگی گذارے۔ خرید وفروخت کرنے والا محتاج ہے ان کپڑوں اور اشیاء کا جن کی وہ فروخت کررہا ہے اسی طرح انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے جب ایک دوسرے کے محتاج نہیں ہوگے اس وقت تک انسانی زندگی کا تصور ہی نہیں ہوسکتا ہے۔ مذہب اسلام نے اس کے لئے بھی اصول وضابطے مقرر کئے ہیں۔ چنانچہ ابوالامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ رَجُلُ الْجَنَّۃَ فَرَأیٰ عَلٰی بَابِھَا مَکْتُوْبًا الصَّدَقَۃَ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا وَالْقَرْضَ بِثَمَانِیَۃِ عَشَرَ. حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک آدمی جنت میں داخل ہوا تو اس نے جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا اجر وثواب دس گنا ہے اور قرض دینے کا اٹھارہ گنا۔

قرض دینے کا ثواب صدقہ کے ثواب سے بڑھا ہوا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جبرئیل امین علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ قرض میں کیا خاص بات ہے کہ وہ صدقہ سے بھی افضل ہے تو انہوں نے فرمایا کہ سائل جس کو صدقہ دیا جاتا ہے اس حالت میں بھی سوال کرتا اور صدقہ لے لیتا ہے جب کہ اس کے پاس کچھ ہوتا ہے اور قرض مانگنے والا قرض جبھی مانگتا ہے جب وہ محتاج اور ضرورت مند ہوتا ہے اسلئے ہم کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال ودولت سے نوازا ہے تو کسی مجبور آدمی کی ہم ضرور مدد کریں اگر قرض کوئی مانگے تو حتی والوسع اس کی درخواست کو رد نہ کریں بلکہ پورا کرنے کی کوشش کریں اسکے بڑے فضائل ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

ملکہ زبیدہ کی باندیاں بھی حافظۂ قرآن تھیں

مگر ہماری اولادیں.......

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

سامعین محترم، مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رشد وہدایت کیلئے بہت سے انبیاء ورسل کو مبعوث فرمایا اور ان میں کچھ لوگوں کو کتابیں اور صحیفے بھی عطا کئے وہ سب کے صحیفے اور کتابیں توحید ورسالت مبدأ ومعاد کی تعلیمات سے معمور تھیں، بندگان خدا ان کو پڑھ کر راہ راست پر آتے اور مردہ خواب کو ہدایت وروشنی ملتی، ان تمام صحیفوں اور کتابوں میں اسے صرف اور صرف قرآن کریم ہی ہمارے سامنے صحیح شکل وصورت میں جس طرح لوح

محفوظ سے آسمان دنیا پر اور وہاں سے حضور نبی کریم ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہوا تھا موجود ہے اس کے علاوہ جتنی بھی کتابیں آسمان سے نازل ہوئیں وہ سب یا تو دنیا میں موجود ہی نہیں بالکل معدوم ہوگئیں اور اگر ہیں تو محرف ومبدل ہیں۔ جتنی بھی کتابیں نازل کی گئیں ان میں سے کسی بھی کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے نہیں لی تھی اسی وجہ سے ان کتابوں کے حاملین نے جب تک ان کتابوں کی حفاظت ونگہداشت رکھی وہ کتاب محفوظ رہی اور جب اس میں غفلت وسستی اور کوتاہی سے کام لیا تو وہ کتابیں بھی غیر محفوظ ہوگئیں اور سچ تو یہ ہے کہ خود علماء سونے ہی ان کتابوں میں اپنی طرف سے تبدیلی کی اور رشوتیں لے لے کر لوگوں کو ان کی منشا ومرضی کے مطابق مسائل گھڑ گھڑ کر بیان کرنے لگے۔ البتہ قرآن کریم اللہ رب العزت کا آخری پیغام اور آخری کلام ہے جس کو رہتی دنیا تک کے انسانوں کی رہنمائی کے لئے اتارا گیا ہے۔ اور اس کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے بچوں کے سینوں کو کھول دیا جو چند برسوں میں حفظ کر لیتے ہیں۔

ہارون رشید کی بیوی زبیدہ کے یہاں ایک سو باندیاں حافظ قرآن تھیں ان میں ہر ایک روزانہ قرآن کریم کے دس پارے بطور وظیفہ کے پڑھتی تھیں اور ان کی تلاوت سے زبیدہ کا محل گونجتا تھا زبیدہ نے حنین سے ایک چشمہ پہاڑوں سے کاٹ کر مکہ مکرمہ تک جاری کیا اور وادیٔ نعمان سے دوسرا چشمہ عرفات تک جاری کیا اس کے وکیل نے کہا اس کام پر خرچ بہت آئے گا اس پر زبیدہ نے جواب دیا کہ تم اس کام کو کرو اگر چہ پہاڑ کے توڑنے میں ہر ہتھوڑے پر ایک دینار خرچ ہوں ایک اندازہ کے مطابق نہر زبیدہ کے جاری کرنے پر سترہ لاکھ دینار خرچ ہوئے جب آخر میں وکیل نے خرچ کا حساب زبیدہ کے سامنے پیش کیا تو اس

نے جواب دیا: ''تَرَکْنَا الْحِسَابَ لِیَوْمِ الْحِسَابِ'' یوم الحساب پر اس حساب کو ہم نے چھوڑ دیا۔ گویا اس خرچ کا ہم کو کوئی غم نہیں اس کا صلہ خدا قیامت میں دے گا۔

جس کا گھر وہی داخل ہوگا

زبیدہ ایک نیک سیرت خاتون تھی جو ملکہ ہونے کے باوجود بڑی رحمدل تھیں۔ ایک دفعہ اپنے شوہر خلیفہ وقت ہارون رشید کے ساتھ دریا کے کنارے کنارے جارہی تھیں دیکھا کہ مشہور بہلول رحمۃ اللہ علیہ ریت کا گھر بنارہے ہیں زبیدہ ان سے پوچھا یہ کیا بنا رہے ہو؟ تو بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ جنت کا گھر بنا رہا ہوں۔ ایک دینار کے بدلہ جو لینا چاہتا ہے لے سکتا ہے زبیدہ نے ایک دینار نکال کر دیدیا ہارون رشید نے بھی پوچھا تو وہی جواب دیا مگر ہارون رشید نے نہیں خریدا۔ رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ جنت میں ایک عالیشان محل ہے جس پر اس کی بیوی زبیدہ کا نام لکھا ہوا ہے یہ اس میں داخل ہونا چاہا تو فرشتوں نے اسے روک دیا، اس نے کہا کہ یہ میری بیوی کا محل ہے، تو فرشتوں نے کہا کہ آخرت کا معاملہ تو یہ ہے کہ جس کا گھر ہے وہی داخل ہو پھر جب اس کی نیند کھلی تو بڑا پریشان ہوا اور دوڑا ہوا بہلول رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ آج پھر اسی طرح گھر ہی بنارہے ہیں۔ لو اس گھر کی کیا قیمت ہے تو انہوں نے فرمایا کہ پوری دنیا کی سلطنت تو ہارون رشید نے کہا کہ کل تو اس کی قیمت صرف ایک دینار تھی اور آج پوری دنیا کی سلطنت بتا رہے ہو تو بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کل بغیر دیکھے سودا ہو رہا تھا، مگر آج تو دیکھ کر سودا ہو رہا ہے اس لئے قیمت زیادہ ہوگی، پہلے زمانہ کے بادشاہ اور ان کی بیگمات میں بھی خدا ترسی، بندہ نوازی، اخلاص وللّٰہیت، اللہ رسول سے حد درجہ محبت تھی دین سے خصوصی لگاؤ تھا خود

بھی دین کی فکر رکھتی تھیں اولاد کو بھی اس کی فکر دلائی تھیں آج ہماری مائیں اور بہنیں دین سے دور ہوتی جارہی ہیں۔ صحابیات اور نیک خواتین کا طریقہ، انکا رہن سہن، جو ہمارے لئے فلاح نجات کا کفیل اور ضامن ہے اس کو ترک کررہی ہیں اللہ تعالیٰ ہماری اور سب خواتین کی حفاظت فرمائے اور صحابیات کی پیروی اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

قرآن سے غفلت
تمام مصائب وآلام کا باعث

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، مشفق ومہربان معلمات، ماؤں اور بہنو! قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر تئیس سال کے عرصہ میں نازل فرمایا، یوں تو اور بھی کتابیں آسمان سے انسانوں کی رشد وہدایت اور فلاح وبہبودی کے لئے نازل کی گئیں مگر کسی کتاب کو وہ اعزاز اور مقام ومرتبہ حاصل نہ رہا جو قرآن عزیز کو حاصل رہا، یہی آخری آسمانی کتاب ہے جو ساری کتابوں کو منسوخ کرنے والی ہے اس وقت روئے زمین پر اس کتاب سے زیادہ سچی کوئی کتاب نہیں، رہتی دنیا تک کے انسانوں کو اسی کتاب سے رہنمائی ملتی

رہے گی۔ جس طرح ہمارے نبی آخری نبی ہیں اسی طرح ہمارا قرآن بھی آخری قرآن ہے۔ اس کی بڑی فضیلتیں حدیث میں وارد ہوئی ہیں ہر مسلمان کو قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہنا چاہیے، کیونکہ قیامت میں جہاں نہ کوئی دوست ساتھ دے گا اور نہ کوئی مال کام آئے گا وہاں تو صرف اعمال کا سکّہ چلے گا جس کے اعمال جیسے ہوں گے اس کا حشر بھی اسی طرح ہوگا ایسے موقع پر قرآن اپنے پڑھنے والوں کیلئے سفارشی ہوگا اور خدا سے جھگڑا بھی کرے گا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم اور امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام انسان کے لئے ایک جامع اور اکمل قانون لے کر آیا، انسانی اعمال کا کوئی مناقشہ ایسا نہیں جس کے لئے وہ حکم نہ ہو، وہ اپنی توحید تعلیم میں نہایت غیور ہے اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے والے کسی دوسرے دروازے کے سائل بنیں۔ مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا عملی، سیاسی ہو یا معاشرتی، دینی ہو یا دنیوی، حاکمانہ ہو یا محکومانہ، وہ ہر زندگی کے لئے ایک اکمل ترین قانون اپنے اندر رکھتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا کا آخری اور عالمگیر مذہب نہ ہوسکتا۔ وہ خدا کی آواز اور اس کی تعلیم گاہ، خدا کا حلقہ درس ہے جس نے خدا کے ہاتھ پر رکھ دیا وہ پھر کسی انسانی دستگیری کا محتاج نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہر جگہ اپنے تئیں، اِمَامِ مُبِيْنٌ، حَقُّ الْيَقِيْنِ، نُوْرٌ، كِتَابٌ مُّبِيْنٌ، تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْئٍ، بَصَائِرُ لِلنَّاسِ، هَادِىْ، اِهْدٰى اِلَى السَّبِيْلِ، جَامِعَ اَضْرَابُ، حَادِىَ اَمْثَالُ، بَلَاغُ لِلنَّاسِ، حَادِىُ بَحْرُ وَبَرُّ، اور اسی طرح کے انقلاب آخریں ناموں سے یاد کیا ہے، اکثر موقعوں پر کہا کہ وہ ایک روشنی ہے اور جب روشنی نکلتی ہے تو ہر طرف کی تاریکی دور ہوجاتی ہے۔ قرآن روشنی ہے اور روشنی ہے تو انسانی اعمال کی تاریکیاں صرف اسی سے دور ہوسکتی ہیں۔ وہ انسان کو تمام گمراہیوں کی تاریکی سے نکال کر

ہدایت کی روشنی میں لاتی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری پولیٹیکل گمراہیاں اور انقلابی ضلالت کی تاریکیاں صرف اس لئے ہیں کہ ہم نے قرآن کے دست رہنما کو اپنا ہاتھ سپرد نہیں کیا ورنہ تاریکی کی جگہ آج ہمارے چاروں طرف روشنی ہوتی۔

مسلمانوں کی ساری مصیبت صرف اسی غفلت کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اس تعلیم گاہ الٰہی کو چھوڑ دیا ہے اور سمجھنے لگے کہ صرف نماز روزہ کے مسائل کے لئے اس کی طرف نظر اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اور بس ورنہ اپنے تعلیمی، تمدنی، سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور انقلابی وارتقائی اعمال سے اسے کیا سروکار، اللہ اللہ، لیکن وہ جس قدر قرآن سے دور ہوتے گئے اتنی ہی تمام دنیا سے دور ہوتی چلی گئی اور محرومی ونامرادی نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا اور بدبختی ونحوست، شقاوت وناکامی ان پر چھا گئی۔ (اسلام کا نظریۂ جنگ، ص ۲۵)

ترک قرآن کا نتیجہ ذلت ورسوائی

شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بڑی اچھی بات کہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

معزز تھے زمانہ میں مسلمان ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

ہماری ذلت وپستی کا جو اصلی سبب ہے وہ قرآن کریم سے رشتہ توڑ لینا ہمارے اکابر واسلاف نے قرآن کریم سے اپنا رشتہ مضبوط کیا اس کے احکام وقونین کو اپنی زندگیوں میں اتارا تو دنیا میں بھی وہ سرخرو ہوکر رہے اور آخرت میں بھی کامیابی ان کے قدم چومے گی۔ آج ہم نے قرآن کو ایصال وثواب اور دعا وتعویذ کے لئے سمجھ رکھا ہے اس کے بعد قرآن کو طاقوں رکھ دیا جاتا ہے۔ روزانہ اس کو معمول بنا کر پڑھنے اور تلاوت کرنے کی توفیق نہیں ہوتی ہماری ناکامی ونامرادی کی

اصلی سبب قرآن سے دوری ہی ہے۔ اس وقت روئے زمین پر قرآن کریم کے علاوہ کوئی بھی آسمانی کتاب صحیح اور سچی نہیں ہے۔ یہ تو ہمارے پیغمبر اسلام ﷺ کا زندہ معجزہ ہے جو رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لئے ہدایت ورہنمائی کا اہم فریضہ انجام دیتا رہے گا۔ اور ہم اسی وقت کامیاب ہوسکتے ہیں۔ جب کہ قرآن کو اپنے سینوں سے لگائیں اس کے ایک ایک حرف پر عمل کریں مسلمانوں کی پستی وزبوں حالی کا اصلی سبب قرآن کریم سے غفلت ہی ہے اس لئے آیئے آج اس بات کا عہد کریں کہ قرآن کریم کو سینوں سے لگائیں گے اس پر عمل کریں گے ہر روز اس کی تلاوت کریں گے اور اپنے گھروں کو نورانی اور بابرکت بنائیں گے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

اقوامِ عالم کا قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک

اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، وَاِنْ یَّاْتُوْکُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْکُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰی اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

سامعین باوقار، مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! میری تقریر کا موضوع ہے ”اقوام عالم کا قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک“ اسی تعلق سے چند باتیں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہوں سب سے پہلے ہم کو یہ

جاننا چاہیۓ۔ظلم وجور، چوری ڈکیتی، زنا کاری، بدکاری اور دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جو دہشت گردی، قتل وغارت گری، چوری ڈکیٹی کا حکم دیتا ہو، ہر مذہب ان چیزوں سے روکتا ہے اور ان کا مخالف ہے،لیکن اسلام کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایسے قوانین، دستور اور نظام حیات دیتا ہے جن سے ساری برائیوں کا سدباب ہو سکے۔اور جن سے عملی طور پر معاشرہ میں پائی جانے والی ساری برائیوں پر نکیل کسی جا سکے۔اسلام میں صرف حکم دینے پر اکتفا نہیں کی گئی ہے بلکہ اس نے بے شمار ایسے عملی اقدامات کئے ہیں، جنہیں اختیار کرلیا جائے تو معاشرہ پورے طور پر جرائم سے پاک ہوجائے، ہم یہاں پر صرف ایک عملی اقدام کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

قیدیوں کے ساتھ مشفقانہ سلوک

عام طور پر قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ نہایت بے دردانہ، غیر انسانی، نفرت آمیز اور ظالمانہ ہوتا ہے، اگر قیدی اسی ملک کا باشندہ ہے تو بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔اور اگر خدانخواستہ وہ کسی دوسرے ملک کا ہے تو پھر تو ظلم کی کوئی حد نہیں ہوتی اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قیدی انسانیت ہی سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ نفسیات کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ ”انسان معاشرہ کے ہر فرد کے ساتھ نفرت اور نفرت آمیز رویہ آیا وہ بھی معاشرہ کے ہر فرد کے ساتھ نفرت کرنے لگتا ہے اور جب قید سے نکلتا ہے تو وہ انسانیت کا باغی، ایک دلیر مجرم اور اخلاقی قدروں کا دشمن بن چکا ہوتا ہے۔اسیران جنگ کے ساتھ بدسلوکی کے واقعات سے تاریخ بھری ہوئی ہے۔ جنگ اوارہ کا واقعہ مشہور ہے کہ بنی شیبان کے جتنے اسیر منذر بن القیس کے ہاتھ آئے ان سب کو اس نے کوہ اوارہ کی چوٹی پر بٹھا کر قتل کرانا شروع کیا اور کہا کہ جب

تک ان کا خون بہہ کر پہاڑی کی جڑ تک نہ پہونچ جائے گا قتل کا سلسلہ بند نہ کروں گا۔آخر جب مقتولوں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہوگئی تو مجبوراًاس نے منت پوری کرنے کے لئے خون پر پانی ڈلوادیا اور وہ بہہ کر پہاڑی کی جڑ تک پہونچ گیا۔

(ابن الاثیر جلد اول:۴۰۹)

روم وایران کے حکام کے بارے میں تاریخ کی شہادتیں موجود ہیں کہ وہ قیدیوں کے بدن پر تیل ڈال کر ان کے بدن میں آگ لگادیتے تھے اور اس کی روشنی میں کھانا کھاتے تھے۔عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ جب روم والوں کے ہاتھ میں دوسرے بعض مسلمانوں کے ساتھ قید ہوگئے تو انہیں خوفزدہ کرنے کیلئے ہرقل نے دو مسلمانوں کو کھولتے پانی میں ڈال دیا یہاں تک کہ ان کا چمڑا الگ ہوگیا۔

عیسائیوں نے مسلمان قیدیوں کے ساتھ صلیبی جنگوں میں جو ظلم کیا اس کے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے یں۔"صلیبی جنگ میں یورپین سلطنتیں جب مسلمان کو لڑائیوں میں گرفتار کرتی تھیں تو ان سے جانوروں کی طرح کام لیتی تھیں۔علامہ ابن جبیر جب حروف صلبیہ کے زمانہ میں سسلی سے گذرے ہیں تو یہ حالت دیکھ کر تڑپ گئے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: اور منجملہ ان دردانگیز حالات کے جوان شہروں میں نظر آتے ہیں اسیران اسلام ہیں جو بیڑیاں پہنے نظر آئے ہیں اور جن سے سخت محنت شاقہ لی جاتی ہے۔اور اسی طرح مسلمان عورتیں پنڈلیوں میں لوہے کے کڑے پہنے سخت محنت شاقہ سے کام کرتی ہیں جس کو دیکھ کر دل پھٹا جاتا ہے۔

(سیرت النبی ﷺ عنوان جنگی اصلاحات جلد ششم)

ٹیٹوس نے ایک دفعہ ۵۰ ہزار درندہ جانوروں کو پکڑوایا اور کئی ہزار یہودی قیدیوں کے ساتھ بیک وقت ایک احاطہ میں چھڑوادیا،نرا جان کے کھیلوں میں گیارہ ہزار درندے اور دس ہزار آدمی بیک وقت لڑائے جاتے تھے۔کلاڈیوس نے ایک

دفعہ جنگی کھیل میں ۱۹ ہزار آدمیوں کو تلواریں دے کر دوسرے سے لڑادیا۔قیصر آگسٹس نے اپنی وصیت کے ساتھ جو تحریک منسلک کی تھی اس میں لکھتا ہے کہ میں نے ۸ ہزار شمشیر زنوں اور ۳۵۱۰ جانوروں کے کھیل دیکھے ہیں یہ سب تفریحات جنگی قیدیوں ہی کے دم قدم سے چل رہی تھیں۔(بحوالہ الجہاد فی الاسلام،عنوان اسیران جنگ کی حالت)

معمولی قیدی تو درکنار خود قیصر روم وایران جب شاپور اول کے ہاتھ قید ہوا تو اسے زنجیروں سے باندھ کر شہر میں گشت کرایا گیا،عمر بھر اس سے غلاموں کی طرح خدمت لی گئی اور مرنے کے بعد اس کی کھال کھنچوا کر اس میں بھس بھر دیا گیا،شاپور ڈوالاکتاف کا واقعہ مشہور ہے کہ بحرین اور الحساء کے عرب اسیران جنگ سے انتقام لینے کے لئے اس نے حکم دیا تھا کہ ان کے شانوں میں سوراخ کرکے ان کے اندر رسیاں پروئی جائیں اور سب کو ملا کر باندھ دیا جائے۔(جہاد فی الاسلام،عنوان اسیران جنگ کی حالت)

آج مفروضہ دہشت گردی کو ختم کرنے کیلئے نام نہاد کوشش جو لوگ کر رہے ہیں انہوں نے افغان اور عراقی قیدیوں کے ساتھ ابوغریب کی جیل اور گوانتانامو کی جیل میں جو سلوک کیا ہے وہ کس درجہ میں انسانی ہے؟ اور کیا ایسا سلوک کرنے کے بعد ان قوموں کے نام نہاد کوششوں کو بھانڈا پھوٹ نہیں جاتا؟ اور کیا ایسا سلوک اچھے انسانوں کو جنم دیا ہے۔یا ملک وقوم اور انسانیت کے باغیوں کو؟

اسیران بدر کے ساتھ حسن سلوک

قیدیوں کے تعلق سے اسلام کی تعلیم سب سے اعلیٰ ہے ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے غزوہ بدر کے موقع پر جب کفار قریش مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے گئے تھے اور ان کو شکست سے دوچار ہونا پڑا ستر کفار مارے گئے جن میں بہت سارے قریش کے سردار تھے اور ستر قید کئے گئے ان قیدیوں کے ساتھ

حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حسن سلوک کی تاکید فرمائی تھی۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ اپنے سے اچھا کھانا قیدیوں کو کھلایا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کہ ان قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے یا قتل کر دیا جائے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے مختلف ہوگئی اکثر تو یہ رائے دی کہ ستر قیدی ہیں اگر ان سے فدیہ لے لیا جائے تو مسلمانوں کی حالت کسی قدر مستحکم ہوسکتی ہے۔ اور ممکن ہے کہ آئندہ چل کر یہ لوگ مسلمان ہی ہو جائیں جو اصل مقصد ہے کیونکہ اس رحم وکرم پر ان کو اپنے نفع نقصان کو سوچنے کا موقع ملے گا۔ آپ علیہ السلام اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے بھی یہی تھی لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سعد بن معاذ اور چند صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ ان کو قتل کر دیا جائے اس سے ان کی قوت وشکست ٹوٹ جائے گی اور بعد ان کو ہم پر حملہ کرنے کی تاب نہیں ہوسکتی مگر حضور علیہ السلام کی رحمت وشفقت غالب آئی اور ان تمام قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ اور جو غریب قیدی تھے ان کا فدیہ یہی تھا کہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ تو اس طرح یہ بہت بڑا احسان ہوا ان قیدیوں پر جنہوں نے مکہ کے اندر مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تھے ان کو باوجود قابو میں آنے کے قتل نہیں کیا گیا بلکہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا اور اچھے سے ان کو قید رکھا گیا نہ مارنا نہ ستانا نہ تکلیف پہونچنا اسی اخلاق سے متاثر ہو کر بعد میں کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

پانی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا لِنُحْیِیَ بِهٖ بَلْدَةً. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! پانی اللہ تعالیٰ کا بڑی عظیم نعمت ہے جتنے بھی حیوانات ہیں ہر ایک پانی کا محتاج ہے اگر پانی نہ ملے تو چند ہی دنوں میں سارے کے سارے حیوانات تباہ وبرباد ہو جائیں گے۔ ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے اور ایک ایک قطرہ کو صحیح جگہوں پر استعمال کرنا چاہئے۔ آج جن علاقو میں پانی نہیں ہے وہاں کے باشندوں سے معلوم کریں کہ ان کی کیا حالت ہوئی اور کس طرح دور دراز مقامات سے پانی لے کر آتی ہیں۔

پروفیسر شہزاد الحسن چشتی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ کائنات کی تخلیق کے ساتھ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے کرۂ ارض پر وافر مقدار میں پانی پیدا فرمایا۔

کائنات کے دوسرے کرّوں پر پانی موجود ہے یا نہیں اس پر تحقیق جاری ہے۔ پانی ہائیڈروجن اور آکسیجن گیسوں کا مجموعہ ہے۔ ہائیڈروجن کے دو مالیکیول اور آکسیجن کا ایک مالیکیول باہم مل کر پانی بناتے ہیں۔ اگر پانی میں برقی رو گزاری جائے تو وہ آکسیجن اور ہائیڈروجن میں تقسیم ہو جائے گا۔ آکسیجن آگ بھڑکانے والی گیس ہے جب کہ ہائیڈروجن بھڑک اٹھنے والی ہے مگر خدا کی قدرت کہ جب یہ دونو گیسیں باہم مل کر پانی بن جائیں تو یہی آگ بجھانے والا پانی بن جاتا ہے۔ پانی ایک بے رنگ، بے ذائقہ مگر فرحت بخش، بے بو، شفاف اور پتلا مائع ہے۔ اس کی اپنی کوئی شکل نہیں ۔جس برتن میں ڈالیں اس کی شکل اختیار کر لیتا ہے اوپر سے نیچے کی طرف بڑی تیز رفتار سے بہتا ہے اور بہنے کے دوران توانائی پیدا کر لیتا ہے۔ پانی کی اس توانائی کو انسان نے آبی بجلی پیدا کرنے کا ذریعہ بنالیا ہے اور اسی مقصد کے لئے بڑے چھوٹے آبی ذخائر بنائے جاتے ہیں۔ سورج کی شعاع جب پانی کی بوند سے گزرتی ہے تو سات رنگوں میں منتشر ہو کر قوس قزح بناتی ہے جس کو بالعموم بارش کے بعد آسمان کے ایک جانب سات خوب صورت رنگوں کے قوس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

کرۂ ارض کا ۳/۴ حصہ پانی ہے۔ اصل ذخیرہ تو سمندروں میں ہے جہاں کل پانی کا ۹۷ فیصد ہوتا ہے یعنی کل ۳ فیصد میٹھا پانی ہے جو دریا، جھیل، تالاب اور کنوؤں میں ہوتا ہے۔ زمین کی اوپری سطح کے نیچے جذب شدہ پانی کا ذخیرہ ہوتا ہے اور پودوں اور حیوانات کے جسموں میں بھی ایک خاص مقدار ہوتی ہے۔ سارے ہی زندہ حیات کے جسموں میں پانی ایک انتہائی اہم جز ہے۔ انسان کے جسم میں ہر وقت ۴۰ تا ۵۰ لیٹر پانی موجود ہوتا ہے۔ یعنی انسان کی جسامت کا ۶۰ تا ۷۰ فیصد۔ پانی کی اہمیت اس وقت زیادہ محسوس ہوتی ہے جب پیاس لگتی ہے۔ انسان اور دوسرے جان داروں میں ایک خاص مقدار سے کم پانی موت کا پیغام ہے۔ پانی کا یہ توازن جسم کو

زندہ اور متحرک رکھنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ پانی کی قدرتی خصوصیات یوں تو بے جان اور جان دار دونوں کیلئے انتہائی اہم ہیں۔ مگر جانداروں کیلئے تو پانی آب حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں مختلف قسم کے مائعات پیدا فرمائے ہیں مگر طبیعی اور کیمیاوی خصوصیات کے باعث صرف پانی ہی کو زندگی کے لئے لازمۂ حیات بنایا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانی میں ایک انتہائی اہم خصوصیت پیدا فرمائی ہے۔ جو اللہ کے رحمٰن ہونے کی نشان دہی کرتی ہے۔ پانی منفی چار (-۴) سینٹی گریڈ تک تو دوسرے مائعات کی طرح تبدیل ہوتا ہے مگر اس سے کم درجہ حرارت پر یہ کثیف ہونے کے بجائے لطیف ہو جاتا ہے اور پھیلتا ہے۔ پھر جب پانی برف میں تبدیل ہوتا ہے تو یہ برف، مائع پانی سے وزن میں ہلکی ہوتی ہے، لہٰذا برف پانی کی سطح پر تیرتی رہتی ہے اس کی تہہ میں نہیں بیٹھتی۔ پانی کی یہ خصوصیت اس حقیقت کی غماز ہے کہ سردیوں میں دریاؤں، سمندروں اور جھیلوں کا پانی اولاً تو منفی چار سینٹی گریڈ تک سرد ہو جاتا ہے مگر مزید سردی میں اپنی زیریں سطح پر ٹھنڈا ہو کر برف کی صورت سخت اور وزن میں ہلکا ہو جاتا ہے اور پانی کی سطح پر تیرتا رہتا ہے۔ برف کے نیچے اس پانی میں آبی حیات (پودے اور حیوانات) زندہ رہتے ہیں اور معمول کی زندگی گزارتے ہیں۔ یہ بھی اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ پانی دوسرے مائعات کی طرح اپنی زیریں سطح، یعنی تلی یا تہہ کی جانب سے سرد ہونا اور برف میں تبدیل ہونا شروع ہوتا ہے اور برف بننے کے ساتھ ساتھ پھیلتا اور ہلکا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ برف سطح آب پر تیرتی رہتی ہے، تہہ میں نہیں بیٹھتی ہے۔ بس سطح آب سے ایک میٹر نیچے تک اس کی دبیز چادر قائم ہو جاتی ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں جا بجا پانی کو نعمت کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔ وَهُوَ الَّذِىٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ وَاَنْزَلْنَا مِنَ

السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا لِنُحْیِیَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَنُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَا اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ كَثِیْرًا وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا فَاَبٰى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا .

اور وہ وہی (اللہ ہی) ہے جو ہواؤں کو خوشخبری دینے کیلئے باران رحمت سے پہلے بھیجتا ہے اور ہم نے آسمان سے پاک پانی نازل فرمایا تاکہ اسکے ذریعہ مردہ شہر کو زندہ کریں اور سیراب کریں اپنی مخلوق میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو اور ہم نے پانی کو ان کے بیچ تقسیم کیا تاکہ وہ لوگ یاد رکھیں، لیکن پھر بھی اکثر لوگ ناشکری کئے بغیر نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کی تقسیم بہترین انداز میں فرمائی ایسا نہیں کہ ہر جگہ برابر بارش ہو یا ایک ہی وقت میں ہر جگہ بارش ہو بلکہ الگ الگ وقتوں میں کم کہیں زیادہ جیسا اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے اسی طرح بارش ہوتی ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

شہادت حسین رضی اللہ عنہ

آج کے فیشن ایبل دور تک

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

مشفق و مہربان معلمات، ماؤں اور بہنو! محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے اس مہینہ کی دسویں تاریخ کو اہم اہم واقعات رونما ہوئے ہیں حدیث شریف میں اس دن کی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اسلام کی آمد سے قبل بھی لوگ اس دن کو بڑا محترم سمجھتے خواہ کفار قریش ہوں یا مدینہ کے یہود سبھی اس دن کی فضیلت کے قائل تھے پھر اسی یوم عاشوراہی کو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا بعد میں لوگ اس دن میں خرافات اور تعزیہ وغیرہ میں ایسے منہمک ہوئے کہ غیروں میں اور ہم میں کوئی فرق امتیاز باقی نہ رہا۔

جناب م،ض،م، ماہنامہ ہدایت جے پور کے کالم میں لکھتے ہیں کہ وہ نوجوانوں کا ایک گروہ تھا جو عین مسجد کے سامنے گانا گا رہا تھا اور اچھل کود کر رہا تھا ان

میں سے بعض کے ہاتھ میں ڈھول تھے اور بعضے دیگر طبلے لئے تھے۔ بیشتر کے سروں پر مخصوص علامتی پٹیاں بندھی تھیں جو اس کی نشاندہی کر رہی تھیں کہ وہ کسی خاص گروہ سے تعلق رکھتے ہیں، کچھ نے اپنے اوپر ایک حال سا طاری کر رکھا تھا جس کے سبب وہ بے حال نظر آ رہے تھے، انہی میں سے کچھ افراد نے اپنے کندھوں پر ایک قبہ اٹھا رکھا تھا اور عام لوگ جن میں بچے بوڑھے اور جوان سبھی شامل تھے، اس پر مٹھائی چڑھا رہے تھے اس کے سامنے منتیں مانگ رہے تھے، جبیں نیاز ٹیک رہے تھے اور سراپا عجز کی تصویر بنے تھے۔ شاید آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ یہ کسی ''ہندو مذہبی یاترا'' کا نقشہ کھینچا گیا ہے، نہیں! بلکہ یہ تعزیوں کے جلوس کی ایک جھلک تھی جو دس محرم کو بڑے تزک واحتشام کے ساتھ جانب کربلا رواں دواں تھا۔ اس میں شریک لوگ ظاہر ہے سب مذہب اسلام سے تعلق رکھتے تھے جو اپنے زعم کے مطابق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت پر ماتم کر رہے تھے اور اپنے غم کا اظہار کر رہے تھے، ان کا عقیدہ چاہے کچھ ہو لیکن ان کا انداز صراحتاً ایسا تھا جیسے خالص اسلامی عمل انجام دیا جا رہا ہو، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ کوئی بہت اہم عبادت ادا کر رہے ہوں۔ اس میں جس اہتمام اور جس عقیدتمندی سے شرکت کی جاتی ہے اس نے مذہب اسلام کی تصویر بالکل الٹ کر رکھ دی ہے، جو اس اسلام کے یکسر مختلف نظر آتا ہے جو آج سے چودہ سو سال قبل حضرت نبی کریم ﷺ لے کر آئے تھے۔

اس مختصر تحریر میں واقعہ کربلا کا تاریخی جائزہ لینے کی کوشش ہے اور نہ گنجائش، لیکن اس واقعہ فاجعہ سے متعلق آج اہل اسلام میں خاص طور سے تحتی براعظم ہندوستان میں جن غلط عقیدوں اور ان کے نتیجے میں جن رسومات نے جگہ لے لی ہے اسی کا کچھ جائزہ لیا گیا ہے۔ ہر مسلمان چاہے وہ کتنا ہی بے عمل کیوں نہ ہو، آل بیت سے محبت وعقیدت اور دارفتگی وفریفتگی کا جذبہ رکھتا ہے اور یہ ایک فطری ومذہبی

امر ہے۔ آل بیت میں بھی جنتی نوجوانوں کے سردار حضرات حسنین کو سبط رسول ہونے کے ناطے ایک خاص مقام حاصل ہے اور ان میں بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اسلئے تاریخی حیثیت حاصل ہے کہ آپ نے حق وعدالت کی راہ میں اپنی جان عزیز کی بھی بازی لگانے سے دریغ نہ کیا، لیکن جس کو باطل سمجھا اسکے سامنے سرنگوں نہ ہوئے اور اسکے نتیجے میں اسلامی تاریخ کا وہ المناک واقعہ پیش آیا جو آج واقعہ کربلا کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت اور اس سے قبل آپ پر اور آپ کے باعظمت وباعزیمت ساتھیوں پر جس انداز سے عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا اور شہادت کے بعد بھی جس طرح سے نعشوں کی بے حرمتی کی گئی، ان سب چیزوں نے اس واقعہ کو ایک غیر معمولی تاریخی حیثیت دیدی ہے اور نبیرۂ رسول ﷺ کیساتھ یہ سب ہوا، اس نے اس واقعہ کی شناخت وشدت میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

لیکن اس پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ مقام عالی کس وجہ سے حاصل ہوا ہے، اسلامی تاریخ میں بڑے بڑے المناک واقعات رونما ہوئے ہیں اور حق وعدالت کی خاطر ہر زمانے میں لوگوں نے عدیم المثال قربانیاں دی ہیں، لیکن ان سب میں واقعہ کربلا سب سے الگ اور مشہور ہے اور نمایاں حیثیت رکھتا ہے، آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کی بین وجہ صرف یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ سے جو جسمانی قرابت ہے اور حضور ﷺ کی خاص عنایت ونسبت آپ کو حاصل ہے وہ محبوب خدا کے محبوب تھے، لخت جگر تھے۔ اگر حقیقت پسندی سے دیکھا جائے تو صرف اسی چیز نے ان کی قربانی کو زندہ جاوید بنا دیا تو اصلی نسبت حضور ﷺ کی رہی اور بعد کے لوگوں میں جس کسی کو جتنی نسبت اس عظیم مبارک ہستی سے رہی، عوام وخواص نے اس عظمت ومحبت میں اس کو اتنا ہی درجہ دیا۔

اس پس منظر میں اگر یہ سوال کیا جائے کہ وہ کون سا دن ہو جس میں سب سے زیادہ ماتم کیا جائے تو یقیناً وہ دن ہوگا جس دن سرور کونین ﷺ کا وصال ہوا، اگر ہم کو کسی کی وفات پر کوئی ماتم کرنا ہی تھا تو اس کے لئے سب سے زیادہ مستحق حضرت نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ بلاشبہ آپ کی وفات صرف اسلامی تاریخ ہی نہیں بلکہ اس دنیا کا سب سے المناک ترین حادثہ ہے۔ لیکن کیا ہم نے کبھی یوم وصال رسول ﷺ پر بھی ایسا ماتم کیا ہے؟ شہید کربلا کو ہم نے یاد رکھا لیکن جس کی وجہ سے حسین رضی اللہ عنہ، امام حسین بن گئے اس کو ہم نے درجہ نہیں دیا، زبان سے چاہے نہ سہی لیکن کم از کم عمل سے ہم نے یہی ثابت کیا ہے۔

اگر محبت وعقیدت کا یہی معیار مان لیا جائے کہ کسی عظیم ومحبوب ہستی کا یوم وفات بطور غم وحسرت یا بطور عقیدت ومحبت منایا جائے تو سب سے مستحق ہستی حضور کی ہی ہے لیکن ہم کیا کر رہے ہیں، اپنی نادانستگی یا وفور جذبات میں جب حسین رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں ہم حدود کو تجاوز کر رہے ہیں۔ یہ وہ نکتہ ہے جس پر ہر صاحب عقل وفراست کو غور کرنا چاہئے۔

پھر اگر بالفرض یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت اپنی شدت میں اتنا بڑا ہے کہ شہید کربلا حضرت حسین بلاشبہ سید الشہد اقرار پانے کے مستحق ہیں، تو بھی اپنے اندرونی غم اور قلبی احساسات کے اظہار کے اس طریقہ کا ہرگز کوئی جواز نہیں ہوسکتا، جو بدقسمتی اور جہالت سے امت کے بڑے طبقہ میں رائج ہو چلا ہے جس میں تمام وہ کام انجام دیئے جاتے ہیں اور وہ رسومات ادا کی جاتی ہیں بلکہ وہ عقیدہ رکھا جاتا ہے جس کا مذہب اسلام اور شریعت مطہرہ کی روح سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں، ہر قابل ذکر شہر یا بستی میں ایک مقام کی تعیین کر کے اس کو کربلا کا نام دینا اور وہاں ایک مزار حسین بنا دینا پھر مقررہ دنوں میں ناقابل فہم انداز میں

اظہار غم کرنا اور اس کے بعد ادا کی جانے والی تمام رسومات واعمال، یہ وہ امور ہیں جن کی نہ شریعت اجازت دیتی ہے، نہ عقل صحیح اس کو درست گردانتی ہے اور نہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت اس کی اجازت دیتی ہے اور ان موقعوں پر جن بداخلاقیوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے وہ جگہ ظاہر ہیں، تو اخلاقیات کی رو سے بھی ان تمام اعمال کی نفی ہوتی ہے۔

یہ سب رسومات ممنوع ہیں

حیرت وافسوس کی بات ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ جس وقت پیش آیا اس وقت اور طویل عرصہ تک صحابہ کرام کی کثیر تعداد موجود تھی حضرت عبداللہ بن عباس عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرام حیات تھے مگر کسی سے اس طرح کا غم منانا ثابت نہیں اور بعد کی کئی صدیوں تک اس طرح کے رسوم ورواج کی کہیں بو نہیں پائی جاتی کیا صحابہ کرام، تابعین عظام، اولیاء اللہ محدثین ومفسرین اور علماء حق کو حضرت حسین اور اہل بیت اطہار سے بے پناہ محبت نہیں تھی؟ اگر اس طرح سے غم منانا ماتم کرنا اور طرح طرح کی رسوم ورواج میں مبتلا ہونا ہی ضروری ہوتا بلکہ اس کا کہیں سے جواز بھی نکلتا تو بھی بہت سے لوگ اس کو انجام دیتے مگر کہیں سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بہت بعد کی گھڑی ہوئی چیزیں ہیں جس کا دین ومذہب سے کوئی سروکار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور پوری امت مسلمہ کی اس طرح کے تمام رسم ورواج سے حفاظت فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

''ہجرت'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور امتحان ہے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ اللّٰهَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

مشفق ومہربان معلمات، صدرِ معلّمہ! ہمارے پیغمبر جناب محمد عربی ﷺ کو جب تاجِ نبوت سے سرفراز کیا گیا اور دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا تو اکثر لوگ آپ کے مخالف ہوگئے۔ صرف چند لوگ ہی تھے جنہوں نے دعوتِ اسلام کو قبول کیا پھر آہستہ آہستہ ایک ایک دو دو آدمی چھپے طور پر اسلام قبول کرتے، کفارِ مکہ کی ہزار مخالفت کے باوجود اسلام دن بدن بڑھتا ہی تھا تو ان کو بڑی پریشانی ہوئی اور اہلِ

اسلام کو جن کی تعداد بہت قلیل تھی مزید تکلیف دیتے بالآخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کرنے کا آپ علیہ السلام نے حکم دیا اور بعد میں خود بھی مدینہ ہجرت فرما گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مبارکہ ایک نہایت عظیم تاریخی واقعہ ہے۔ سنہ ہجری کا آغاز بھی اسی وقعے کی مناسبت سے کیا گیا ہے۔ اس واقعے نے مسلمانوں کی تاریخ کو بدل کر رکھ دیا۔ ہجرت کے موقع پر نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان کو غیر معمولی مسائل کا سامنا تھا۔ آپ ﷺ نے ان تمام مشکلات پر قابو پاتے ہوئے غلبہ دین کی جدوجہد کو جاری رکھا اور بالآخر عالم عرب مسخر ہوکر رہا۔ آج بھی امت مسلمہ کو بہت سے مسائل اور چیلنجوں کا سامنا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ واقعہ ہجرت سے اخذ کردہ اسباق کو ایک بار پھر ذہنوں میں تازہ کریں۔

نبی مہربان ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو مکۃ المکرّمہ میں فریضۂ دعوت ورسالت کی ادائیگی کے دوران بہت سی سختیاں اور ایذائیں جھیلنا پڑیں۔ انہیں ایسی ایسی تکالیف دی گئیں جنہیں برداشت کرنا عام آدمی کے بس کی بات نہ تھی۔ انہی بے پناہ سختیوں کی وجہ سے آپ ﷺ کو مدد ونصرت کی درخواست لئے طائف جانا پڑا۔ جہاں سے آپ ﷺ مطعم بن عدی کی ہمراہی میں مکہ واپس لوٹے، پیش آمدہ تکلیفوں کی بنا پر ہی آپ ﷺ کے ساتھیوں کو پہلے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی، بعد میں خود آپ ﷺ کو بھی مدینہ کی جانب اذن ہجرت ملا۔ ہجرت ازخود ایک طرح کی آزمائش اور امتحان کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اگر ہم نے انہیں حکم دیا ہوتا کہ اپنے آپ کو ہلاک کردو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے کم ہی آدمی اس پر عمل کرتے''۔ (النساء:٦٦)

بوقت ہجرت آپ ﷺ نے مکہ کو مخاطب کرکے فرمایا: وَاللّٰهِ اِنَّكَ لَاَحَبُّ بِلَادِ اللّٰهِ اِلَيَّ وَلَوْ لَا اَنْ مَلَكَ اَخْرِجُوْنِيْ مَا خَرَجْتُ. اللہ کی قسم!

اے مکہ تو اللہ کے شہروں میں سے مجھے محبوب ترین ہے، اگر تیرے یہاں سے کوئی مجھے نکال نہ دیتے تو میں کبھی یہاں سے نہ جاتا۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو مکہ کے لوگ سے جس قسم کی اذیتوں کا سامنا رہا اور پھر جس کسمپرسی کے عالم میں انہیں پہلے حبشہ اور پھر مدینہ کی جانب سفر ہجرت اختیار کرنا پڑا، اس سارے عمل میں ہمارے لئے بے حد اہم اسباق پوشیدہ ہیں۔ ہمیں بھی امت کو درپیش چیلنجوں کا سامنا کرنے کیلئے ان اسباق کا پوری دقت نظر سے مطالعہ کرنا ہوگا تاکہ یہ ہمارے لئے مایوسی اور ناامیدی کے بجائے پیش قدمی اور فتح مندی کا ذریعہ بن جائیں۔ شرط یہ ہے کہ ہم اپنے دلوں کو اخلاص اللہ سے بھرلیں۔ فرمان نبوی ﷺ ہے: اعمال کا تمام تر دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص وہی پائے گا جس کی نیت کرے گا، پس جس کی ہجرت واقعی اللہ اور اس کے رسول کی جانب ہوگی، واقعی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی جانب ہوگی، اور جس کی ہجرت کسی دنیاوی مفاد یا کسی خاتون سے نکاح کی خاطر ہوگی تو اس کی ہجرت بھی اسی کام کیلئے ہوگی جس کیلئے اس نے ہجرت کی۔ (متفق علیہ)

صحابہ کرام نے دین کیلئے سب کچھ قربان کردیا

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دین و مذہب سے بڑی محبت تھی انہوں نے بڑی مشقت سے اس کو حاصل کیا تھا ہم کو گھر بیٹھے اسلام کی عظیم دولت مل گئی اس کے لئے کوئی محنت ومشقت نہیں برداشت کرنی پڑی مگر قربان جایئے صحابہ کرام کے عزم واستقلال پر جب انہوں نے کلمہ پڑھ لیا اور توحید ورسالت کا اقرار کرلیا تو اب اس میں خواہ کتنی ہی مشقت کیوں نہ جھیلنی پڑے سب کچھ برداشت کرلیتے جتنے صحابہ کرام نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تھی یا ملک حبشہ ہجرت کرکے گئے وہ سب کے

سب غریب وفقیر نہیں تھے بلکہ بہت سے مالدار، صاحب ثروت اور تجارت پیشہ بھی تھے مگر دین کی خاطر اپنی ساری جائدادیں چھوڑ کر چل دیئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تعریف فرماتے ہیں: ”لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَاَمۡوَالِهِمۡ يَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانًا وَّيَنۡصُرُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ“. یعنی مال غنیمت جو لڑائیوں میں حاصل ہوا اس کے حقداروں کا تذکرہ کیا گیا انہیں میں سے مہاجرین ہیں یہ حال ان محتاجوں کے لئے ہے جو اپنا گھر چھوڑنے والے ہیں جن کو ان کے گروں سے نکال دیا گیا اور ان کے مالوں سے نکالدیا گیا وہ اللہ کا فضل اور خوشنودی تلاش کرتے ہیں اور اللہ ورسول کی مدد بھی کرتے ہیں اور یہ لوگ سچے ہیں۔ جب آدمی اللہ کے لئے ہجرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی مدد ومعاونت کرتا ہے ان کے لئے لوگوں کے دلوں کو نرم کردیتا ہے۔ چنانچہ جب مہاجرین مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ نے ان کے لئے وہ ایثار وقربانی کی عظیم الشان مثال قائم کردی کہ تاریخ آج تک ویسی کوئی مثال پیش نہ کرسکیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

مریض کی عیادت اور اس کے آداب

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات ،عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب حساب کتاب کے لئے بارہ گاہ خداوندی میں پیشی ہوگی تو آدمی کے پاؤں اور اپنی جگہ سے سرک نہ سکیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کرلی جائے۔ایک اس کی پوری زندگی کے بارے میں کہ کن کاموں اور مشغلوں میں اس کو ختم کیا اور دوسرے خصوصیت سے اس کی جوانی کے بارے میں کہ کن مشغلوں میں اس کو بوسیدہ اور پرانا کیا تیسرے اور چوتھے اس کے مال ودولت کے بارے میں کہ کہاں سے اور کن طریقوں اور کن واسطوں سے اس کو حاصل کیا تھا اور کن کاموں اور راہوں میں اس کو

صرف کیا اور پانچواں سوال ہوگا کہ جو کچھ معلوم تھا اس پر کتنا عمل کیا۔ جب تک انسان دنیا میں ہے حساب کتاب سے واسطہ نہ پڑے گا مگر مرتے ہی حساب کتاب کا عمل شروع ہوجائے گا۔اسلئے دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کرنی چاہیے۔

مزاج پرسی اور تیمارداری سے بیمار کو بیماری کا احساس کم ہوتا ہے۔اسلئے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایک دوسرے کی عیادت کریں اور عیادت کے دوران آداب عیادت کا ضرور خیال رکھیں تاکہ مریض کو کسی طرح کی تکلیف اور پریشانی نہ ہو۔ مثلاً: ● مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: عِيَادَةُ الْمَرِيْضِ فَوَاقَ نَاقَةٌ. (کتاب الکافی تحقیق المجلسی والبہبودی ہدیۃ: بحوالہ احیاء العلوم: ج۲/۲۳۲) "مریض کی عیادت اونٹنی کے دوبار دودھ کی دھار نکالنے کے مقدار ہے"۔

● مریض کے پاس اچھی باتیں کرے۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: بیمار یا میت کے گھر جاؤ تو اچھی باتیں کہو،اس لئے کہ فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں جو تم کہتے ہو۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اس کے بجائے) کہو: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلَهٗ اَعْقِبْنِیْ مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً" (صحیح مسلم: باب مایقال عند المریض والمیت) "اے اللہ مجھے اور اس کو بخش دے اور اس سے بہتر بدل عطا فرما"۔

● مریض کے حق میں صحت یابی اور شفا کی دعا کرے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی بیمار کے پاس آتے یا کوئی بیمار آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ کہتے تھے: اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا. (صحیح مسلم: باب استحباب رقیۃ المریض) "اے لوگوں کے پروردگار تو اس بیماری کو دور کردے اور شفا عطا فرما،تو ہی شفا دینے والا ہے،نہیں ہے شفا مگر تیری شفاء ایسی شفا جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے"۔

انہی سے مروی ہے کہ اگر کسی جسم کے کسی حصہ میں تکلیف ہوتی یا کوئی پھنسی نکل آتی یا کوئی زخم آجاتا تو نبی کریم ﷺ تکلیف کی جگہ پر انگلی رکھ کر یہ دعا پڑھتے :بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِیْقَةِ بَعْضِنَا لِیُشْفٰی سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا. (صحیح بخاری رکتاب الطب) ''اللہ کے نام سے ہماری زمین کی یہ خاک جس میں ہمارے بعض آدمی کا لعاب دہن ہے، تا کہ ہمارے بیمار کو شفا مل جائے ہمارے رب کے حکم ہے''۔

● **تسلی دیتے ہوئے ثواب کی امید دلائے :** حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا، اس وقت آپ بخار میں مبتلا تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس وقت آپ کو شدید بخار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں تم ٹھیک کہتے ہو، مجھے تم میں سے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔ میں نے کہا: کیا ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ آپ کے لئے دوہرا اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! مسلمان کو مرض یا کسی اور وجہ سے جب بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ اس کے بدلے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، جس طرح درخت اپنے پتے کو گرا دیتا ہے''۔ (صحیح بخاری رکتاب المرضیٰ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی مسلمان جب کسی جسمانی تکلیف یا دائمی بیماری یا چھوٹے بڑے غم یا اذیت سے دوچار ہوتا ہے حتی کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے بعض گناہ معاف کر دیتا ہے''۔ (بخاری)

اسی طرح عیادت کرنے والے کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ عیادت کے لئے مناسب وقت کا انتخاب کرے، بیمار سے قریب ہو کر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر خیریت دریافت کرے اس سے زیادہ سوالات نہ کرے، شفاء کی امید دلائے، تکلیف پر صبر کی تلقین کرے، مناسب مشورہ ہو تو دے ورنہ خاموشی اختیار

کرے، گھر میں داخل ہو تو اہل خانہ اور مریض کے پردہ کی جگہ پر نظر نہ ڈالے۔ اور کوئی ایسی بات نہ کہے جو اسے تکلیف پہنچانے کا باعث ہو۔ (نظرۃ النعیم ۷/۳۰۵۷)

مریض کو خوش کریں

عیادت کرنے کے جو آداب اور طریقے بیان کئے گئے انہیں کے مطابق مریض کے پاس جا کر اس کی مزاج پرسی کرنی چاہئے اور کوشش یہ کرنی چاہئے کہ مریض کو میری ذات سے کوئی خیر اور بھلائی ہی پہونچے کوئی تکلیف دہ بات مریض کے سامنے ہرگز نہ کہے بلکہ خوش کن الفاظ اس کے سامنے کہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيْضِ فَنَفِّسُوْا لَهُ فِيْ اَجَلِهِ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَيَطِيْبُ بِنَفْسِهِ. جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کی عمر کے بارے میں اس کے دل کو خوش کرو یعنی اس کی عمر اور زندگی کے بارے میں خوش کن اور اطمینان بخش باتیں کرو مثلاً یہ کہ تمہاری حالت بہتر ہے انشاء اللہ تم جلدی تندرست ہو جاؤ گے۔ اسی طرح کی باتیں کسی ہونے والی چیز کو روک تو نہ سکیں گی، جو ہونے والا ہے وہی ہوگا اگر اس کی عمر باقی ہے اور صحت وتندرستی کے ساتھ زندہ رہنا اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر فرما دیا ہے تو صحت، تندرستی ملے گی اور اگر موت آنی مقدر ہے تو موت آ کر رہے گی البتہ مریض کا دل خوش ہو جاتا ہے اس لئے مریض کے دل کو خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

ایمان قابلِ رشک اور یقیں کا نور ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحٰبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ، اَمَّا بَعۡدُ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ، بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، اِنَّ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَالۡمُسۡلِمٰتِ وَالۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ وَالۡقٰنِتِیۡنَ وَالۡقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیۡنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیۡنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالۡخٰشِعِیۡنَ وَالۡخٰشِعٰتِ وَالۡمُتَصَدِّقِیۡنَ وَالۡمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیۡنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالۡحٰفِظِیۡنَ فُرُوۡجَہُمۡ وَالۡحٰفِظٰتِ وَالذّٰکِرِیۡنَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّاَجۡرًا عَظِیۡمًا. صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات! بڑے ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو اللہ نے ایمان کی عظیم الشان نعمت سے بہرہ ور فرمایا آخرت میں وہی لوگ کامیاب ہوں گے جو ایمان لے کر آئیں گے اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی شخص دنیا سے ایمان کو بچا کر لے جائے گا تو بھی وہ دیر یا سویر کامیاب ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس

کو جنت میں داخل فرمائیں گے ایمان ایک ایسی بنیاد ہے جس کے بغیر کوئی عمل انسان کا اللہ کے دربار میں مقبول نہیں ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ کی صحبت میں رہ کر اپنے ایمان کو بہت مضبوط بنالیا تھا جو ہر طرح کی تکالیف اور مشقتوں کو برداشت کر لیتے تھے مگر ایمان کی مضبوط رسّی کو پکڑے رہتے تھے آج ہمارے لئے نمونہ عمل اور ذریعہ نجات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اور سیرت ہی ہے انسان پر کیسے ہی حالات کیوں نہ آجائیں مگر ایمان پر ڈٹے رہنا چاہئے دنیا کی چند روزہ مصیبت بھر زندگی کو جھیلنا آخرت کی لازوال زندگی کے مقابلہ میں بہت آسان ہے۔

مولانا جعفر حسنی ندوی، پیام عرفات کے کالم میں لکھتے ہیں کہ ایک صاحب کسی بات پر اپنی بیوی سے ناراض ہو گئے اور اتنا ناراض ہوئے کہ دھمکی دے ڈالی اور دھمکی بھی یہ کہ میں تمہیں خوشیوں سے محروم کر دوں گا، بیوی اپنے شوہر سے کچھ مختلف تھی صاحب ایمان تو شوہر نامدار بھی تھے۔ لیکن بیوی کا ایمان قابل رشک تھا، چہرے پر اسکے یقین کا نور بھی تھا اور آنکھوں میں عشق کا سرور بھی۔ نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ میری خوشیاں آپ چھین ہی نہیں سکتے، شوہر نے حیرت سے پوچھا! وہ کیسے بیوی نے کہا! اگر میری خوشی مال میں ہوتی تو یقیناً آپ مجھ کو مال سے محروم کر سکتے تھے۔ میری خوشی اگر زیورات میں ہوتی تو یقیناً آپ اپنے دیئے ہوئے زیورات مجھ سے واپس لے سکتے تھے۔ میری خوشی اگر قیمتی کپڑوں میں ہوتی تو یقیناً آپ مجھ کو ان کپڑوں کے استعمال سے روک سکتے تھے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میری خوشی نہ مال میں ہے، نہ کپڑوں میں ہے، نہ زیورات میں ہے بلکہ میری خوشی ایمان میں ہے۔ اور میرا ایمان میرے دل میں ہے، اور میرا دل تو اس کا مالک صرف اور صرف خدا ہے۔

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خوشی اور خوش بختی کا تعلق مال کی کثرت سے ہے، بلند و بالا عمارتوں سے ہے، دولت کی فراوانی سے ہے، لمبی چوڑی تنخواہوں سے

ہے، اشارہ کے منتظر خادم اور خادماؤں سے ہے، قیمتی کاروں میں گھومنے اور ہوائی جہازوں میں اڑنے سے ہے اور بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے اور ان کی دنیا سنوارنے سے ہے۔ان کا خیال ہے کہ خوشی حاصل ہوتی ہے بچوں اور بچیوں سے، خواہشات کی تکمیل سے، کاروبار کی ترقی کے پورا ہونے اور دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے سے، لیکن کیا یہ سچ ہے؟ آیئے دیکھیں خدا کی کتاب اس سلسلہ میں ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے۔سورہ آل عمران کی آیت نمبر۱۴ ملاحظہ کیجئے: زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ’’انسان مزے لینے کی لت میں ریجھ گئے ہیں،عورتیں اور بیٹے، جوڑ کر رکھا ہوا مال، سونے اور چاندی کے ڈھیر اور چنے ہوئے گھوڑے انہیں بہت پسند ہیں، اسی طرح مویشی اور کھیتیاں بھی، یہ اس پار کی زندگی کے حقیر سامان ہیں، اور اللہ کے پاس پلٹ جانے پر اس سے بھی بہتر سامان اور خوبصورت جگہ ہے‘‘۔

خوشی یا خوش بختی کا تعلق باہر کی دنیا سے نہیں انسان کی اندر کی دنیا سے ہے۔ خوش بختی ایک ایسا سایہ دار درخت ہے جس کی جڑیں دل میں پیوست ہیں، ایمان سے یہ جڑیں سیراب ہوتی ہیں، عمل سے ان جڑوں کو کھاد ملتی ہے اور تقویٰ سے ان جڑوں کو غذا حاصل ہوتی ہے اور ایمان وہ سدا بہار باغیچہ ہے جس کے گھنے درختوں، رنگ برنگے پھولوں اور ان پھولوں کی مہکتی ہوئی خوشبوؤں میں اپنا سارا دکھ درد اور زندگی کی ساری تکلیفیں بھول جاتا ہے، وہاں نہ اسے رزق کی تنگی پریشان کرتی ہے، نہ لوگوں کی بدسلوکی کبیدہ خاطر کرتی ہے، نہ محرومی کا احساس ملول ورنجیدہ کرتا ہے، رضامندی کے جذبہ سے اس کا دل ایسا سرشار رہتا ہے کہ ناشکری کا وہاں گزر بھی نہیں ہو پاتا، تو پھر کس بات کا غم؟ اور کیوں کر افسوس؟

مومن ہونے کی علامت

حضور نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے ایمان کی علامت نشانی معلوم کیا تو ارشاد فرمایا: اِذَا سَرَّتْکَ حَسَنَتُکَ وَسَآءَتْکَ سَيِّئَتُکَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ. جب تم اپنے اچھے عمل سے مسرت ہو اور برے کام سے رنج وقلق ہو تو تم مومن ہو، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَاقَ طُعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا. حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ایمان کا مزہ اس نے چکھا اور ایمان کی لذت اسے ملی جو اللہ کو اپنا رب اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا رسول اور ہادی ماننے پر دل سے راضی ہوگیا۔اس حدیث سے اور دیگر بہت سی آیتوں اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کو نبی ورسول نہ مانے اس وقت تک وہ مومن نہیں ہوسکتا۔قرآن کریم صاف صاف اعلان کرتا ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. اے نبی ﷺ آپ فرمادیجئے اگر تم اللہ سے محبت کے دعویدار ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو کریگا اور تمہارے گناہوں کو بخش دیگا اور اللہ تو بڑی مغفرت کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔ایک حدیث میں آتا ہے: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ. تم میں کوئی بھی اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی اولاد اور والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ☆

ایسے بھی سخی ہوئے ہیں دنیا میں!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، مشفق ومہربان معلمات، ماؤں اور بہنو! میں سورہ بقرہ کی آیت پڑھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح ہے جس میں سات بالیاں اگیں اور ہر بالی میں سودانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے چند کر دیتا ہے اللہ بے انتہا بخشش کرنے والا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) بیمار پڑ گئے، ان کے دوست واحباب کئی دنوں تک عیادت کے لئے نہیں آ رہے ہیں؟ بتایا گیا کہ وہ

لوگ چونکہ آپ کے مقروض ہیں مارے شرم وحیا کے نہیں آ رہے ہیں، فرمایا: اوہ! برا ہوا ایسے مال کا جو دوستوں کی زیارت سے بھی روک دے، اور پھر اعلان عام فرمایا کہ عبادہ کا جس پر بھی قرض ہے وہ معاف ہے، اس اعلان عام کے بعد شام ہوتے ہوتے زائرین وعیادت کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے ان کے دروازے کی چوکھٹ ٹوٹ گئی۔ (المستطرف: ۱۵۸۱، فرائد النقول والاخبار: ۱۲۰/۲)

- قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: آپ نے اپنے سے بھی زیادہ سخاوت کرنے والا کسی کو دیکھا ہے؟ فرمایا: ہاں! ہم ایک بدو عورت کے یہاں مہمان ہوئے اس وقت اس کا شوہر کہیں گیا ہوا تھا، اس کے آنے پر بتایا گیا کہ دو مہمان تشریف لائے ہیں، صاحب خانہ نے ایک اونٹی ذبح کی اور کہا لیجئے.........ہم نے کہا: جناب! ابھی کل کی اونٹنی کا گوشت تھوڑا سا ہی ختم ہوا تھا، آج دوسری ذبح کرنے کی ضرورت تو نہ تھی، اس نے کہا مجھے اپنے مہمانوں کو باسی گوشت کھلانا گوارا نہیں۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مسلسل بارش کی وجہ سے ہم کئی روز اس کے یہاں ٹھہرے رہ گئے اور وہ دریا دل آدمی روز آنہ ایک ایک اونٹنی ذبح کرتا رہا اور ہم ضیافت کا لطف اٹھاتے رہے، ہماری واپسی کے وقت بھی صاحب خانہ موجود نہ تھا، ہم سو اشرفیاں اس کے گھر رکھ کر خاتون خانہ سے معذرت کے ساتھ رخصت ہو گئے، دو پہر کا وقت ہوا رہا ہو گا کہ ہمارے پیچھے سے ایک سوار دوڑتا ہوا چلاتا چلا آ رہا ہے، ''اے کم ظرفو! رکو رکو، تم نے ہماری ضیافت کا معاوضہ دیا ہے ناں! یہی کہتے کہتے وہ ہمارے قریب آ گیا اور غضبناک لہجے میں بولا: تم یہ اپنے دینار واپس لو ورنہ یہ میرا نیزہ دیکھ رہے ہو نا اسی سے مار ڈالوں گا، ہم چارو لا چار وہ دینار لئے اور آگے بڑھ گئے۔ (المستطرف: ۱۵۷/۱، فرائد النقول والاخبار: ۱۲۲/۲)

● حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جو سخاوت و فیاضی میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے، اپنی ایک جائداد معائنہ کرنے کیلئے تشریف لے گئے، قریب ہی میں کسی شخص کا کھجور کا باغ تھا، اس میں گئے تو دیکھا کہ ایک حبشی غلام اس کی دیکھ بھال کر رہا ہے، اتنے میں اس کا کھانا آیا وہ بھی صرف تین روٹیاں، کھانے کے لئے بیٹھا ہی تھا کہ ایک کتا بھی آ کے پاس بیٹھ گیا، ایک روٹی اس کے سامنے ڈال دی، کتے نے جھٹ سے کھالیا، دوسری روٹی پھینکی، وہ بھی کھا گیا، اور آخر میں تیسری روٹی بھی اسے کھلا دی، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ رہے تھے، غلام کے پاس گئے، اور پوچھا: تمہیں روز آنے کتنی خوراک ملتی ہے؟ اس نے کہا بس وہی جو آپ نے ابھی دیکھا، پوچھا: تو نے تو اپنا کھانا کتے کو کھلا دیا، بولا: یہ کتوں کا علاقہ تو ہے نہیں، لگ رہا ہے کہ کہیں دور سے آیا ہوا ہے اور بھوکا ہے، مجھے اچھا نہیں لگا کہ اسے بھوکا ہی جانے دوں، دریافت فرمایا: آج تم کیا کھاؤ گے؟ غلام بولا بھوکا رہ جاؤں گا، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اس کی دریا دلی دیکھ کر فرمایا: لوگ مجھے کثرتِ سخاوت پر ملامت کرتے ہیں، حالانکہ یہ حبشی غلام مجھ سے زیادہ سخی ہے، پھر انہوں نے وہ باغ، غلام اور اس باغ کے ساز وسامان خرید کر اس غلام کو آزاد کر کے اسے ہبہ کر دیا، غلام کا بھی جذبۂ سخاوت جوش میں تھا اس نے کہا اب جب کہ یہ میرا ہو گیا ہے تو میں اسے راہ خدا میں دیتا ہوں، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بہت بڑی لگی اور فرمایا: اس جیسا غلام اس قدر دریا دلی کا مظاہرہ کرے اور میں بخل سے کام لوں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا!!

(فرائد النقول والاخبار نقلا عن سراج الملوک للطرسوسی: ۱۲۴/۲، المستطرف: ۱۵۹/۱)

خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے

جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو خوب عطا بھی کرتے ہیں۔ غالباً مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دو شعر ہیں:

گفت پیغمبر کہ دائم بہر پند
دو فرشتہ خوش منادی می کند
کہ اے خدا یا منفقاں را سیر دار
ہر درم ساں را عوض دہ صد ہزار

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ خرچ کرنے والوں کو آسودہ رکھ ہر درہم کے بدلہ ہر ایک لاکھ درہم عطا فرما۔ حدیث شریف میں آتا ہے: اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِنَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِنَ الْجَنَّۃِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِنَ النَّارِ وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِنَ اللّٰہِ بَعِیْدٌ مِنَ الْجَنَّۃِ بَعِیْدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّارِ. سخی آدمی اللہ سے قریب ہے جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے جہنم سے دور ہے اور بخیل شخص اللہ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم سے قریب ہے ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ سخاوت کرنے والا جاہل عبادت گذار بخیل سے بہتر ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بخیل از بود زاہدِ بحر و بر
بہشتی بنا شد بحکمِ خبر

بخیل اگر چہ سمندر اور خشکی کا بزرگ اور نیک کیوں نہ ہو جاتا ہے مگر پھر بھی حدیث کے فرمان کے مطابق جنتی نہ ہوگا۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو مال و دولت عطا کیا ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے اور غریبوں محتاجوں کا خیال کرنا چاہئے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

اللہ تعالیٰ نے ٹھیک حساب کے مطابق پانی اتارا

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، مشفق و مہربان معلمات، ماؤں اور بہنو!

ماہر موسمیات پروفیسر شہزاد الحسن چشتی لکھتے ہیں کہ آسمان اور زمین، یعنی کائنات کی تخلیق کے ساتھ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیک وقت پانی کی اتنی مقدار نازل فرمائی جو قیامت تک کرۂ زمین کی ضروریات کے لئے اس کے علم میں کافی تھی۔ وہ پانی زمین کے نشیبی حصوں میں ٹھہر گیا، جس سے سمندر اور بحرے وجود میں آئے اور زیر زمین پانی پیدا ہوا۔ اب اسی پانی کا الٹ پھیر (دوران) ہے جو گرمی

سردی اور ہواؤں کے ذریعہ ہوتا رہتا ہے۔ اسی سے بارشیں وجود پاتی اور زمین کے مختلف حصوں میں پانی پھیلایا جاتا رہتا ہے۔ یہی پانی بے شمار چیزوں کی پیدائش اور ترکیب میں استعمال ہوتا رہتا ہے۔ ابتدا سے آج تک پانی کے اس ذخیرے میں نہ تو ایک قطرے کی کمی ہوتی ہے اور نہ ایک قطرہ اضافے کی ضرورت ہی پیش آتی ہے۔ ہزاروں سال سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا قائم کیا ہوا پانی کا یہ مقداری توازن قائم ہے۔ انسان تو اس توازن میں بگاڑ پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں۔

یہاں یہ حقیقت واضح رہے کہ پانی ہی نہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز مثلاً ہوا روشنی، گرمی، سردی، جمادات، نباتات، حیوانات، غرض ہر چیز، ہر نوع، ہر جنس اور قوت و طاقت، توانائی کے لئے ایک حد مقرر ہے جس پر وہ ٹھہری ہوئی ہے اور ایک مقدار مقرر ہے جس سے نہ وہ گھٹتی ہے اور نہ بڑھتی ہے۔

ماحول کی تپش: کرۂ ارض کی وہ تپش جو پانی کو بخارات میں تبدیل کرتی ہے سورج کی روشنی میں موجود حرارت سے حاصل ہوتی ہے۔ نظام شمسی میں کرۂ ارض سے سورج کا فاصلہ ۹۳ ملین میل ہے۔ اس کا قطرہ زمین سے ۱۰۳ گنا بڑا ہے۔ زمین کی اپنے محور پر گردش کے باعث اس کا وہ حصہ جو سورج کے سامنے آجاتا ہے روشن ہوجاتا ہے اور یہاں تقریباً ۱۲ گھنٹے کا دن ہوتا ہے جب کہ زمین کا وہ حصہ جو سورج کے سامنے نہیں ہوتا، وہاں رات ہوتی ہے، زمین سورج کی کرنوں سے وافر مقدار میں تپش حاصل کرلیتی ہے جس سے اس کے ماحول میں ہر وقت تپش رہتی ہے اور اس تپش کی حد ۲۰ تا ۱۲۰+ سینٹی گریڈ کی حد میں رہتی ہے۔ یہی تپش ہے جو زمین پر موجود پانی خصوصاً سمندروں کے پانی کو بخارات میں تبدیل کرتی ہے جو بادلوں کی صورت اختیار کرلیتے ہیں۔ سائنس دانوں کی یہ دل چسپ تحقیق ہے کہ کرۂ ارض کا سورج سے فاصلہ اور زمین کے محور کا سورج کے مدار کی سمت ۲۳ درجے کا جھکاؤ- یہ

دووجودہ ہیں جن کے باعث کرۂ ارض کا درجہ حرارت ۲۰ تا ۱۲۰+ ڈگری کے درمیان رہتا ہے ۔ یہی وہ درجہ حرارت ہے جس میں جان دار اپنا وجود قائم رکھتی ہے ورنہ زمین پر بھی دوسرے سیاروں کی طرح جان دار کا وجود ناممکن ہوتا۔ تپش کا یہی وہ توازن ہے جو اللہ نے زمین پر قائم رکھا ہوا ہے۔ زمین پر پہاڑ میخوں کے ذریعے مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں اور ایستادہ ہیں، کسی طرف لڑھک نہیں جاتے۔ اس صورت میں یہ زمین کا توازن بھی قائم رکھتے ہیں تا کہ زمین کسی ایک طرف ڈھلک نہ جائے ۔ پہاڑوں کے دامن میں قدرے گرم ماحول اور بلندی پر ٹھنڈا ماحول بھی توازن قائم رکھنے میں مددگار ہے۔

انسان بہت کمزور ہے

ہم نے خطبہ میں ایک آیت کریمہ پڑھی وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْن. اورہم نے آسمان سے مناسب مقدار کے ساتھ پانی برسایا پھر ہم نے اس کو زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس کے معدوم کردینے پر بھی قادر ہیں اس آیت کریمہ میں اس طرف اشارہ کیا گیا کہ زمین کی تہ سے جو پانی کنوؤں سے نکالا جاتا ہے یہ بھی قدرت کی طرف سے آسانی ہے کہ بہت زیادہ گہرائی میں نہیں بلکہ تھوڑی گہرائی میں یہ پانی رکھا گیا ہے ورنہ یہ بھی ممکن تھا بلکہ پانی کی طبعی خاصیت کا تقاضہ یہی تھا کہ یہ پانی زمین کی گہرائی میں اترتا چلا جاتا جہاں تک انسان کی رسائی ممکن نہیں اسی مضمون کو دوسرے جملہ میں ارشاد فرمایا گیا: وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ. انسان ایک ضعیف المختلف ہے کہ اگر پانی کی مقدار زیادہ ہوجائے تو بھی اس کے لئے وبال جان بن جائے اور اگر کم ہوجائے تو بھی مشکل میں پڑجائے اسی طرح روزانہ بارش ہوا کرے تو اس کے

کاروبار اور آمد ورفت میں خلل پڑجائے اور اگر سال میں چند مہینے مسلسل بارش ہوجائے پھر سوکھا پڑجائے تو بھی انسان کے لئے نقصان دہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے جو مقدار بہتر ہوتی اسی مقدار میں آسمان سے پانی برساتے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی کرشمہ سازی ہے جو انسان ذات باری کے وجود کو بتا رہی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

بچوں کے مستقبل کو بہتر بنانے کی تجاویز

اَلسَّلامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ اَمَّا بَعۡدُ. فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡم. بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم. یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَاَہۡلِیۡکُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُہَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَۃُ عَلَیۡہَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَہُمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ.

سامعین عظام، مشفق ومہربان معلمات! میری تقریر کا موضوع ہے بچوں کے مستقبل کو بہتر بنانے کی تجاویز اسی موضوع سے متعلق چند باتیں آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں بچوں کی تعلیم وتربیت کی فکر کرنا ہر والدین کی اولین ذمہ داری ہے اس میں ذرا بھی لاپرواہی اور غفلت نہیں برتنی چاہئے۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں کہ مسلمان خود معیاری اسکول قائم کریں۔ یہ اسکول مالی اعتبار سے ”نہ نفع اور نہ نقصان“ کی اساس پر چلائے جائیں۔ ان اسکولوں کی توجہ فلک بوس عمارتوں کی بجائے افراد کی تعمیر پر ہو اور اپنے

وسائل تعلیم کو کم خرچ اور معیاری بنانے پر خرچ کیا جائے۔ ان اسکولوں کا ماحول شریعت مطہرہ کی مقرر کردہ حدود سے ہم آہنگ ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ اسکول کو مدرسہ بنایا جائے اور ان کے لئے ایسا یونیفارم مقرر کیا جائے کہ وہ کسی دینی درس گاہ کے طالب علم محسوس ہوں بلکہ شاید ایسا کرنا مناسب بھی نہ ہوگا کیوں کہ ایسی سخت گیر تربیت سے وہی بچے اسکول میں آسکیں گے جو پہلے سے پختہ دینی ذہن رکھتے ہوں یا اہل دین اور ارباب صلاح سے قریب ہوں، ایسے بچوں کے لئے تو گھر کا ماحول بھی دین پر قائم رہنے میں معاون ہوتا ہے۔ اصل مسئلہ ان بچوں کا ہے جن کے یہاں پہلے سے دینی مزاج وماحول موجود نہ ہو اس لئے یہ بات کافی ہے کہ طلبہ کا یونیفارم شرعی حدود کے دائرے میں ہو اور درس گاہ کا مجموعی ماحول اسلامی ہو، اساتذہ کی ایسی تربیت ہو کہ خواہ وہ کوئی بھی مضمون پڑھائیں لیکن اس کے ضمن میں اسلام کی عظمت دلوں میں بٹھاتے جائیں۔

اردو میڈیم اسکولوں کو تقویت پہنچائی جائے، کیوں کہ زبان بجائے خود ایک تہذیب ہوتی ہے اردو پڑھنے والے بچے ایک عظیم الشان اسلامی ورثے سے جڑ جاتے ہیں۔ یہ تعلق ان میں اسلامی فکر کو پروان چڑھاتا ہے اور اسلامی تہذیب کے رنگ میں ان کو رنگ دیتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک بہت بڑی ضرورت بنیادی دینی تعلیم کے مکاتب کی ہے۔ یہ مکاتب ناظرۂ قرآن پڑھانے اور کچھ دعائیں یاد کرانے تک محدود نہ ہوں، بلکہ منتخب آیات واحدیث کے ترجمے، رسول اللہ ﷺ کی مختصر سیرت اور آپ ﷺ کے اخلاقی واقعات، مسلمانوں کی تاریخ، علمی اور تمدنی طریقے میں مسلمانوں کا حصہ، ہندوستان کی تعمیر وترقی اور آزادی میں مسلم حکمرانوں کی خدمات جیسے اہم موضوعات کا بھی احاطہ کرتی ہو۔ مسلمانان گجرات کا نظام مکاتب اس سلسلے میں ایک نمونہ اور آئیڈیل کا درجہ رکھتا ہے۔ انہوں نے یورپ میں

بھی اپنے اس نظام کو پورے انضباط اور اہتمام کے ساتھ قائم رکھا ہے۔جس کے گہرے اثرات نمایاں طور پر محسوس کئے جاسکتے ہیں۔

مغربی ملکوں میں ہفتہ واری دینی کلاسیز کا مفید سلسلہ جاری ہے۔جس میں ہفتہ اور اتوار کو مسلمان طلبہ وطالبات کی دینی تعلیم کا وسیع اور ہمہ گیر نظم کیا جاتا ہے،ان کلاسوں سے انہیں احکام دین کے سلسلے میں اچھی خاصی واقفیت ہوجاتی ہے۔ہندوستان میں بھی منظّم طور پر اسے رواج دینے کی ضرورت ہے اور مسجد کی شکل میں ہمارے پاس اس کے لئے مطلوب بنیادی انفراسٹرکچر موجود ہے۔

اپریل سے لے کر جون تک ملک کے مختلف حصوں میں تعلیم گاہوں میں گرمائی تعطیلات ہوتی ہیں۔یہ تعطیل کم وبیش پچاس دن پر مشتمل ہوتی ہے۔پچاس دنوں کا وقت کچھ کم نہیں ہے۔اگر صحیح طور پر اس وقت کا استعمال ہو،تمام حالات کو مد نظر رکھ کر طلبہ وطالبات کی عمر کے لحاظ سے اس پچاس روزہ مدرسہ کا نصاب مقرر کیا جائے اور باضابطہ طریقے پر تعلیم وتربیت کی جائے تو اس سے بھی بڑا فائدہ ہوسکتا ہے۔الحمد للہ اس وقت گرمائی کلاسز کا ایک مفید سلسلہ چل پڑا ہے۔لیکن زیادہ تر کلاسز چند سورتوں اور دعاؤں کے یاد دلانے تک محدود ہوتے ہیں یقیناً ان کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔لیکن اس وقت مسلمانوں کی نئی نسل پر جو فکری یلغار ہورہی ہے اس کے مقابلے کے لئے صرف اتنی سی تعلیم کافی نہیں۔

موسم گرما سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مختلف دینی جماعتیں اور تنظیمیں بھی اپنے پروگرام چلاتی ہیں،نوجوانوں کو ان سے وابستہ کرنا نہایت ہی مفید ہے۔اس سے نہ صرف ان کی وقتی تربیت ہوتی ہے بلکہ ان کو سلیم الفکر دوستوں کا ماحول مل جاتا ہے اور یہ رفاقت انہیں صراط مستقیم پر قائم رکھتی ہے، دینی اعتبار سے ان میں پختگی پیدا ہوجاتی ہے اور ان کے پھسلنے کے اندیشے کم ہوجاتے ہیں۔اگر ہمیں اپنی نسلوں کے

ایمان کو بچانا ہے اور عالمی سطح پر ان کو اغوا کرنے کی جو کوشش کی جارہی ہے اس سے محفوظ رکھنا ہے تو ہمیں اس طرح کی تدبیروں کو اختیار کرنا ہوگا۔

ہر شخص نگراں ہے

اگر ہم نے بچوں کو یوں ہی چھوڑ دیا تو سوائے کف افسوس ملنے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کے ایندھن ہوں گے انسان اور پتھر اگر آج ہی بچوں کے مستقبل کی فکر نہیں کریں گے تو کل اللہ کی گرفت سے کیسے بچ سکیں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ کان کھول کر سن لو تم میں ہر شخص نگراں اور محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی نگرانی کی بابت سوال کیا جائے گا باپ سے بیٹے کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس کے دین کی حفاظت کا کوئی بندوبست کیا تھا کہ نہیں اگر واقعی والدین نے اپنی ذمہ داری نبھائی تو بچے کبھی راہ راست سے ہٹ نہیں سکتا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

ابلیس کے دوست اور دشمن کون لوگ ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، یَعِدُکُمُ الْفُقْرَآءَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْہُ وَفَضْلاً وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

مشفق ومہربان معلمات، صدر معلّمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! ابلیس انسان کا ازلی دشمن ہے وہ کبھی بھی ہماری بھلائی کے درپہ نہیں ہوسکتا۔ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے پہلے جب کوئی انسان اس روئے زمین پر نہیں تھا بلکہ جنات وشیاطین ہی بسیرا کیا کرتے اور آپس میں لڑائیاں خونریزیاں ہورہی تھیں پھر فرشتوں کے ذریعہ گاہے بگاہے ان کی گوشمالی ہوا کرتی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو فرمایا اے فرشتو! میں مٹی سے انسان پیدا کرنے والا ہوں جو زمین پر میرا نائب اور خلیفہ ہوگا تو فرشتوں نے بیک زبان ہوکر

کہا کیا زمین پر ایسے لوگوں کو پیدا کریں گے جو خونریزی کریں فساد برپا کریں آپس میں لڑائی جھگڑا کریں۔ آپ کی تسبیح وتحمید اور پاکی بیان کرنے کیلئے ہم کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے بہرحال ابلیس آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بڑی عبادت کیا کرتا تھا اس کا مقصد اس عبادت ربانی سے صرف یہی تھا کہ میں ہی زمین کا خلیفہ بنایا جاؤنگا لیکن جب اس کو زمین کا خلیفہ نہ بنا کر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا گیا تو چراغ پا ہوگیا اور اس نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اولاد آدم کو گمراہ کروں گا اور جہنم میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور اس کیلئے احکام شرع سے لوگوں کو ہٹانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے دور کرنا اس نے اپنا شیوہ بنالیا۔

شیخ طریقت، شیخ الحدیث حضرت شیخ محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سخی آدمی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، جہنم سے دور ہے اور بخیل آدمی اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، آدمیوں سے دور ہے اور جہنم سے بہت قریب ہے۔ بیشک جاہل سخی اللہ کے نزدیک عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔ یعنی جو شخص عبادت بہت ہی کثرت سے کرتا ہو، نوافل بہت لمبی لمبی پڑھتا ہو، لیکن سخی ہو، عابد سے مراد نوافل کثرت سے پڑھنے والا ہے، فرائض کا پڑھنا تو ہر شخص کیلئے ضروری ہے چاہے سخی ہو یا نہ ہو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت یحیٰ بن زکریا علیہ السلام نے ایک مرتبہ شیطان سے دریافت کیا کہ تجھے سب سے زیادہ محبوب کون شخص ہے اور سب سے زیادہ نفرت کس سے ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے سب سے زیادہ محبت مومن بخیل سے ہے اور سب سے زیادہ نفرت فاسق سخی سے ہے انہوں نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ اس نے عرض کیا کہ بخیل تو اپنے بخل کی وجہ سے مجھے بے فکر رکھتا ہے۔ یعنی اس کا بخل ہی جہنم میں لے جانے کیلئے کافی ہے۔ لیکن فاسق سخی پر مجھے ہر وقت فکر سوار رہتا ہے کہ کہیں اللہ جل شانہ اس کی

سخاوت کی وجہ سے اس سے درگذر نہ فرمادیں۔یعنی اگر اللہ جل شانہ اس کی سخاوت کی وجہ سے کسی وقت اس سے راضی ہوگئے تو اس کے دریائے مغفرت ورحمت میں عمر بھر کے فسق وفجور کی کیا حقیقت ہے، وہ سب کچھ معاف فرما سکتا ہے۔ایسی صورت میں میری عمر بھر کی محنت جو اس سے گناہ صادر کرانے میں کی تھی۔ساری ضائع ہوگئی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سخاوت کرتا ہے وہ اللہ جل شانہ کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے کرتا ہے اور جو بخل کرتا ہے وہ اللہ پاک کے ساتھ بدظنی سے کرتا ہے۔حسن ظن کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ جس مالک نے یہ عطا فرمایا وہ پھر بھی عطا فرما سکتا ہے اور ایسے شخص کے اللہ سے قریب ہونے میں کیا تردد ہے اور بدظنی کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ ختم ہوگئے تو پھر کہاں سے آئیں گے۔ایسے شخص کا اللہ جل شانہ سے دور ہونا ظاہر ہے کہ وہ اللہ کے خزانہ کو بھی محدود سمجھتا ہے حالانکہ آمدنی کے اسباب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اوران اسباب سے پیداوار کا نہ ہونا، اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔وہ نہ چاہے تو دکاندار ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہے، کاشتکار بوئے اور پیداوار نہ ہواور جب کہ یہ سب اسی کی عطا کی وجہ سے ہے، پھراس کا کیا مطلب ہے کہ پھر کہاں سے آئے گا؟ مگر ہم لوگ زبان سے اس کا اقرار کرنے کے بعد دل سے یہ نہیں سمجھتے کہ یہ صرف اللہ پاک ہی کی عطا ہے ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں اور صحابہ کرام دل سے یہ سمجھتے تھے کہ یہ سب اسی کی عطا ہے جس نے آج دیا وہ کل بھی دے گا، اسلئے ان کو سب کچھ خرچ کردینے میں ذرا بھی تامل نہ ہوتا تھا۔

سود کا انجام تباہی ہے

میں نے جو آیت کریمہ شروع میں پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ شیطان تم کو وعدہ دیتا ہے تنگدستی کا اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم

سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ بہت کشائش والا ہے سب کچھ جاننے والا ہے جب کسی کے دل میں خیال آئے کہ خیرات کروں گا تو مفلس ہو جاؤں گا اور حق تعالیٰ کی تاکید سن کر بھی یہی ہمت اور دل چاہے کہ اپنا مال خرچ نہ کرے اور وعدہ الٰہی سے اعراض کرکے وعدہ شیطانی پر طبیعت کو میلان اور اعتماد ہو تو اس کو یقین کرلینا چاہئے کہ یہ مضمون شیطان کی طرف سے ہے یہ نہ کہے کہ شیطان کی تو ہم نے کبھی صورت بھی نہیں دیکھی حکم کرنا تو درکنار رہا اور اگر یہ خیال آئے کہ صدقہ خیرات سے گناہ بخشے جائیں گے اور مال میں بھی ترقی اور برکت ہوگی تو جان لیوے کہ یہ مضمون اللہ کی طرف سے آیا ہے اور خدا کا شکر کرے اور اللہ کے خزانے میں کمی نہیں سب کے ظاہر وباطن، نیت، عمل کو خوب جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ دینے والے کے مال میں کبھی کمی نہیں کرتا بلکہ اس میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٌ. اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے اور اللہ خوش نہیں ہوتا کسی ناشکر گنہگار سے۔سود میں برکت نہیں ہوتی بلکہ کبھی اصل مال بھی ضائع ہوجاتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے: اِنَّ الرِّبَا وَاِنْ كَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَةَ تَصِيْرُ اِلٰى قُلِّ سُوْءٍ اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہوجائے لیکن اس کا آخری انجام قلت اور کمی ہے اور صدقہ خیرات سے مال میں اضافہ اور بڑھوتری ہی ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس مال میں برکت عطا فرماتے ہیں اسلئے صدقہ خیرات کرنے سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔تو شیطان صفت ہے بلکہ خوش دلی سے صدقہ کرنا چاہئے یہ مومن کی صفات ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

معاشی تحفظ کیلئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدامات

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

سامعین محترمہ، صدر معلّمہ، مشفق ومہربان معلمات!

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے اس لئے ہماری جان اور ہمارا مال سب اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ جہاں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے وہاں خرچ کرنے میں ذرا بھی تساہل اور سستی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ مدارس اسلامیہ اس زمانہ میں بہترین مصرف ہیں دور نبوت میں بھی صفہ یونیورسٹی تھی جہاں دور دراز سے طلبہ آ کر علم حاصل کرنے اور ان معاشی تحفظ کے

لئے حضور علیہ السلام ضروری اقدامات بھی فرماتے تھے۔ صفہ کی درسگاہ سے ہمیں مندرجہ ذیل معاشی تعلیمات ملتی ہیں:

- اصحابِ صفہ کی کفالت کی فکر اور اس کے لئے عملی طور پر کوششیں کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کر دیا کہ فقراء اور محتاجوں کی معاشی کفالت اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔
- جو صدقہ کا مال یا کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا وہ آپ ان فقراء کو بھجوا دیتے۔ اس سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ صدقات فقراء کے لئے ہیں اور وہ ان کی کفالت کا ذریعہ ہیں۔
- مال دار انصار صحابہ اصحاب صفہ میں سے دو دو تین تین کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ اغنیاء کے مال و دولت میں محتاجوں کا بھی حق ہے۔
- صاحب استطاعت انصار کا فقراء کی کفالت کرنا بتاتا ہے کہ وہ لوگ جانتے تھے کہ محتاجوں کی نگہداشت کرنا صاحب استطاعت مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔
- اصحاب صفہ میں سے ایک ٹولی کا باری باری جنگل جا کر لکڑیاں چن کر لانا اور انہیں فروخت کر کے اپنی معاش کا انتظام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی معاشرہ کا ہر صحت مند اور جسمانی طور پر قابل کار شخص اپنی اور اپنے اہل وعیال کی کفالت کے لئے کوشش کرے گا اور کوئی نہ کوئی جائز پیشہ ضرور اختیار کرے گا۔ اگر پھر بھی وہ اپنی ضروریات زندگی پوری نہیں کر سکے گا تو پھر اس کی کفالت اسلامی معاشرہ اور اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہوگی۔
- صفہ کی درسگاہ کی حیثیت اس دور کی اقامتی یونیورسٹی (Residential University) جیسی تھی، جہاں پر اصحاب صفہ (مسافر و مساکین طلبہ) زیور تعلیم سے آراستہ ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے علاوہ دوسرے معلمین کو بھی اس کام کے

لئے مقرر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ اپنے شہریوں کی تعلیم کا انتظام کرے۔

معاشی ترقی (Economic Development) میں تعلیمی پہلو (Educational Factor) کی جو اہمیت ہے اس کو تمام ماہرین معاشیات (Economists) نے تسلیم کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس در میں یہ اہم کام کر کے دکھایا ہے۔

● صفہ کی اس درس گاہ میں دراصل آپ ﷺ انسانی سرمایہ (Human Capital) تیار فرما رہے تھے۔ انسانی سرمایہ معاشی ترقی کیلئے مالی سرمایہ (Money Capital) سے بھی زیادہ اہم ہوتا ہے۔ (ماخوذ از مضمون ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس پاکستان)

سب سے بڑے راوی

صفہ کی درسگاہ سے فیض یاب ہونے والے بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جن کی تعداد کم زیادہ ہوا کرتی تھی جن کا کام رسول اکرم ﷺ کے قول وفعل اور نقل وحرکت کو اپنے سینوں میں محفوظ کر کے اس پر عمل کرنا اور دوسروں تک اس کو پہونچانا تھا انہیں لوگوں میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں حدیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ روایتیں انہیں کی ہیں۔ ۵۳۷۴ روایتیں ان سے مروی ہیں بعض صحابہ وتابعین کو ان کی روایتوں کی کثرت پر کبھی اشکال بھی ہوتا تھا۔ یہ اشکال جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علم میں آتا تو اس کا جواب بھی دیتے فرماتے لوگوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ میں بہت کثرت سے روایات نقل کرتا ہوں بات یہ ہے کہ میں ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتا تھا نہ اچھا کھانا کھاتا اور نہ اچھا کپڑا پہنتا اور نہ کسی سے خدمت لیتا بھوک کی وجہ سے کبھی کبھی میں اپنے پیٹ کے بل زمین پر لیٹ جاتا تھا

کبھی فرماتے میں ایک مسکین شخص تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتا تھا اور در دولت ہی سے کچھ کھانے کو مل جاتا تھا حضرات مہاجرین تجارت میں مشغول رہتے اور انصاری صحابہ اپنے باغات میں اس لئے سب سے زیادہ روایت کرنے والے صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں ان کے بعد تابعی میں ابن شہاب اثری سب سے بڑے راوی ہیں یہ سب آپ ﷺ کی اعلی تربیت کا نمونہ اور مثال پیش کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو اخذ کیا اور بعد کی نسلوں تک پہونچایا اور اب ہماری ذمہ داری بھی ہے کہ اپنی اولاد کی اور آنے والی نسلوں کی دین کی بقا کیسے ہو اور ان کو دین تک کیسے پہونچائیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

عہدہ اور منصب احادیث کی روشنی میں

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ اَمَّا بَعۡدُ. فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡم. بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم. یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ. صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ.

سامعین محترم، صدر معلّمہ، عزیزہ طالبات! میری تقریر کا موضوع ہے: ''عہدہ اور منصب احادیث کی روشنی میں'' اسی عنوان سے چند باتیں آپ کے سامنے عرض کرتی ہوں۔ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔ عَنۡ عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ بۡنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لَا تَسۡئَلُ الۡاِمَارَةَ فَاِنَّکَ اِنۡ اُعۡطِیۡتَھَا عَنۡ مَسۡئَلَةٍ وُکِّلۡتَ اِلَیۡھَا وَاِنۡ اُعۡطِیۡتَھَا عَنۡ غَیۡرِ مَسۡئَلَةٍ اُعِنۡتُ عَلَیۡھَا.

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے لئے حکومت کا عہدہ طلب مت کرو اگر تمہارے طلب کرنے پر تم کو حکومت کی ذمہ داری سپرد کی گئی تو تم اس کے حوالے کر دیئے جاؤ گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ

کی طرف سے تمہاری کوئی مدد اور رہنمائی نہیں ہوگی اور تمہاری طلب کے بغیر تم کو کوئی حکومتی ذمہ داری سپرد کی گئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں تمہاری مدد ہوگی۔

عہدہ اور منصب کی طلب یقیناً ایک فتنہ ہے لیکن اس سے بڑی خرابی یہ ہے کہ کسی ملک، قوم، جماعت اور گروہ کی سربراہی کیلئے لوگ عہدہ اور منصب کے طلب گاروں یا نااہلوں کے حق میں رائے دیں یا ان کی تائید کریں۔ اپنے مفادات کے لئے، دوستی یا تعلق کی بنا پر احسان کی قیمت کے طور پر یا کسی اور غرض یا وجہ سے اہل، قابل، باصلاحیت اور موزوں افراد کے مقابلے میں کمزور، نااہل یا غیر موزوں افراد کے حق میں رائے دینا یا ان کے حق میں فیصلہ کرنا یا ان کا تقرر کرنا صریح طور پر حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہے۔ بعض لوگ اپنی رائے کا استعمال یوں ہی بے سمجھے بوجھے یا عدم سنجیدگی کے عالم میں کر دیتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر غیر موزوں افراد مختلف عہدوں اور مناصب پر براجمان ہوجاتے ہیں۔ یہ بھی ہدایت الٰہی سے صرف نظر کرنے کے مماثل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب امانتیں ضائع کی جانے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ (پوچھا گیا) یارسول اللہ ﷺ، امانت کا ضائع ہونا کیسے ہوگا؟ فرمایا: ''جب کام نااہل کے سپرد کیا جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو''۔ (بخاری)

فی زمانہ تنظیموں، اداروں، انجمنوں اور سوسائٹیوں کے عہدے اور منصب، نام ونمود، مختلف فوائد ومراعات، عیش وسرور کا ذریعہ بن گئے ہیں جس کی وجہ سے عہدوں اور مناصب کی طلب اور لالچ میں اضافہ ہوگیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تنظیم در تنظیم اور فورم در فورم کا لامتناہی سلسلہ ہر طرف نظر آتا ہے۔ بدقسمتی سے دین وملت کی خدمت کے دعوے دار اور تقویٰ وپرہیزگاری کے پیکر بھی اس کیفیت سے محفوظ نہیں رہ سکے، حالانکہ اللہ کے آخری رسول ﷺ نے قیادت ومنصب پر فائز افراد کو ان کی ذمہ داریوں کے تئیں واضح احکام بیان فرمائے ہیں اور وعیدیں سنائی ہیں:

● جسے اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا راعی بنائے اور وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں خیانت کا ارتکاب کرکے مرجائے تو اللہ اس پر جنت حرام کردے گا۔

● جسے اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے بعض امور کا نگراں بنایا اور وہ ان کی ضروریات سے بے پروا ہوکر بیٹھا رہا، اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اس کی ضرورت سے بے نیاز ہوجائے گا۔(ترمذی)

● جس بندے کو خدا نے کسی رعایا کا حکمراں بنایا اور اس نے اس کے ساتھ پوری خیرخواہی نہ کی تو وہ جنت کی خوشبو نہ پاسکے گا۔

● جو شخص ۱۰ تا ۱۰ سے زیادہ اشخاص کا ذمہ دار ہے وہ قیامت کے دن اللہ کے حضور اس طرح آئے گا کہ اسکے ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے ہونگے۔ پھر یا تو اس کی نیکی اس کو آزادی دلائے گی یا اس کے گناہ اس کو ہلاک کردیں گے۔

● جس کسی کو مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار بنایا گیا اور اس نے قرابت داری کی بنا پر کسی کو ذمہ داری مقرر کیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے نہ کوئی صدقہ قبول کرے گا اور نہ سفارش، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کردے گا۔(حاکم)

● جس نے عصبیت اور قرابت داری کی بنا پر کسی شخص کو حاکم مقرر کیا حالانکہ لوگوں میں اس سے بہتر شخص موجود تھا تو اس نے اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی۔(حاکم)

جو لوگ قیادت ومنصب پر فائز ہوتے ہیں، ان کے مشیروں اور معاونین کے کردار کی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ اگر وہ رضائے الٰہی کو اوڑھنا وبچھونا بناتے ہیں تو وہ اہل منصب کی صحیح رہنمائی کرسکتے ہیں اور حق وناحق اور صحیح وغلط کا بروقت اظہار کرسکتے ہیں۔ جس سے اہل منصب اور قیادت پر مامور افراد بھی حق وانصاف

پر قائم رہ سکتے ہیں اور دنیاوی خرابیوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں، ورنہ وہ عیش وعشرت کے اسیر دنیا کی چکاچوند سے متاثر، مفادات کے غلام اقربا پروری کے پروردہ بن جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نو آدمی بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ’دیکھو! میرے بعد ایسے امرا آئیں گے کہ جوان کی جھوٹی باتوں کو سچ کہے گا اور ان کے ظلم کرنے میں مدد کرے گا، نہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق ہے اور نہ میرا اس سے کوئی تعلق۔ قیامت کے دن وہ میرے حوض پر بھی نہ آسکے گا‘‘۔(نسائی)

وہ لوگ جو قوم وملت کی قیادت کا دعویٰ کرتے ہیں، ملک وقوم کی رہنمائی کرنے کے متمنی ہیں اور قیادت ومنصب کے حامل ہیں چاہے ان کا دائرہ کار محدود ہی کیوں نہ ہو، انہیں مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کی روشنی میں اپنے قول وفعل کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ اپنے، اقربا واحباب کی پسند، منفعت، مفاد اور فائدے کی خاطر اور زمانہ اور زمانہ پرستوں سے متاثر ہوکر زندگی گزاریں گے تو کبھی بھی فلاح نہیں پاسکتے۔ فلاح وکامیابی اور خوشنودی رب کا راز تو رضائے الٰہی، مرضی الٰہی اور ہدایت رسول ﷺ وشریعت کی بے چوں وچرا پابندی ہی میں مضمر ہے۔

اچھے اور برے حاکم کا انجام

حضور نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو جو کسی علاقہ میں عدل وانصاف کے ذمہ دار بنائے جائیں۔ سخت تاکید فرمائی کہ وہ اس ذمہ داری کو اپنے امکان اور اپنی فہم وفکر کی آخری حد تک عدل وانصاف اور خدا ترسی کے ساتھ انجام دینے کی پوری کوشش کریں اور ایسا کرنے والوں کو آپ علیہ السلام نے خدا کی مدد اور رہنمائی کی اور آخرت میں عظیم انعامات اور بلند درجات کی بشارتیں سنائیں اور یہ بھی فرمایا کہ اگر

بالفرض ایسے لوگوں سے نادانستہ اجتہادی غلطی ہوجائے گی تو اس پر مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ اپنی نیک نیتی اور حق سمجھنے کی محنت وکوشش کا ان کو اجروثواب ملے گا۔ اوراس کے بالمقابل آپ علیہ السلام نے جانبداری اور بے انصافی کرنے والے حاکموں کو اللہ تعالیٰ کے قہروغضب سے ڈرایا اور سخت وعیدیں سنائیں۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ حاکم اور قاضی ایسے بندگان خدا کو بنایا جائے جو اس منصب اور عہدے کے خواہشمند نہ ہوں اور جو لوگ اس کے طالب اور خواہشمند ہوں ان کو ہرگز یہ منصب اور عہدہ نہ دیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ اَبْغَضَ النَّاسُ اِلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَشَدَّھُمْ عَذَابًا ....قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض وہ ارباب حکومت ہوں گے جو ناانصافی کے ساتھ حکومت کرنے والے ہوں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عہد اور منصب طلب نہیں کرنا چاہیئے اگر بلا طلب کے مل جائے تو خدا سے ڈر کر صحیح فیصلے کرنے چاہیئے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی مزاج پرسی فرماتے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اِسْتَغْفِرْلَھُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْلَھُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْلَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

مشفق ومہربان معلمات، صدر معلّمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو!

ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے ہی رحمدل اور مہربان تھے اپنوں پر بھی اور غیروں پر بھی لوگوں کو کھینچ کھینچ کر لاتے کہ جہنم میں مت جاؤ جنت کی طرف چلو منافقین جو اسلام اور مسلمانوں اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت ترین دشمن تھے لیکن اس کے باوجود جب تک صراحت کے ساتھ اللہ کی طرف سے یہ حکم نہیں آگیا کہ ان کے حق میں معافی نہیں ہوگی اس وقت آپ علیہ السلام ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہے ان کی نماز جنازہ بھی پڑھاتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ منع فرمادیا کہ منافقین کی نماز جنازہ مت پڑھائے تو اس کے بعد سے نہیں پڑھایا۔

عیادت کی اسی اہمیت وفضیلت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ مزاج پرسی کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ جس کسی کے بیمار ہونے کی اطلاع ملتی آپ ﷺ فوری اس کی عیادت کو جاتے، تسلی دیتے، عنداللہ ثواب کی امید دلاتے، موقع کو غنیمت جان کر دین کی باتیں بتاتے اور مناسب مشورے بھی دیتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا: ''اللہ کی قسم! ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر وحضر میں رہے۔ وہ ہمارے بیماروں کی عیادت فرماتے، جنازوں کے ساتھ جاتے، جنگوں میں ہمارے ساتھ جاتے اور کم یا زیادہ جتنا بھی مال مہیا ہوتا، اس کے ذریعے سے ہماری غمخواری کرتے''۔ (جامع الترمذی، باب ما جاء فی عیادۃ المریض)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت سعد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے والد نے اپنا قصہ سنایا کہ ''میں ایک بار مکے میں سخت بیمار پڑا۔ نبی ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے، میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں کافی مال چھوڑ کر جارہا ہوں اور میری صرف ایک ہی بچی ہے۔ کیا میں اپنے مال میں سے دو تہائی کی وصیت کرجاؤں اور ایک تہائی بچی کے لئے چھوڑ دوں؟'' فرمایا: ''نہیں'' میں نے پوچھا: ''آدھے مال کی وصیت کرجاؤں اور آدھا لڑکی کے لئے چھوڑ جاؤں؟'' فرمایا ''نہیں'' میں نے کہا ''ایک تہائی کی وصیت کرجاؤں؟'' فرمایا ''ہاں ایک تہائی کی وصیت کرجاؤ اور ایک تہائی بھی بہت ہے'' اس کے بعد نبی ﷺ نے اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھا اور میرے منہ اور پیٹ پر پھیرا، پھر دعا کی: اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما اور اس کی ہجرت کو مکمل فرمادے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''اس کے بعد سے آج تک جب کبھی خیال آتا ہے تو نبی ﷺ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اپنے جگر پر محسوس کرتا ہوں''۔ (الادب المفرد)

عیادت کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ بڑے وسیع القلب تھے۔ بلاتفریق مذہب وملت تمام کی عیادت کو جاتے تھے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جب مرض الموت میں مبتلا ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے گئے اور اس سے کہا ''میں تمہیں یہود کی محبت سے روکا کرتا تھا''۔ اس نے کہا ''اسعد بن زرارہ نے ان سے بغض رکھا تو اسے کیا فائدہ ہوا؟'' جب وہ مرگیا تو اس کا بیٹا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا ''اے اللہ کے رسول ﷺ! عبداللہ بن ابی مرگیا ہے۔ آپ مجھے اپنی قمیص دیں کہ اس میں اسے کفناؤں''۔ رسول اللہ نے اپنی قمیص مبارک اتار کر اسے دے دی۔ (ابوداؤد، باب فی العیادۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا بیمار ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور کہا ''اسلام لے آؤ'' اس نے اپنے والد کی طرف دیکھا وہ بھی سرہانے بیٹھا تھا، اس کے والد نے اس سے کہا ''ابوالقاسم کی بات مان لو'' وہ لڑکا مسلمان ہوگیا، نبی ﷺ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ. ''سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے اسے آگ سے بچالیا''۔ (صحیح بخاری، باب اذا اسلم الصبی فمات)

مریض کو خوش کن بات کہیں

حضور نبی کریم ﷺ کو بڑی فکر دامن گیر رہا کرتی تھی کہ لوگ جہنم سے بچ کر جنت میں داخل ہونے والے بن جائیں اس کے لئے سخت سے سخت تکالیف برداشت کرنی پڑی طائف میں آپ علیہ السلام کو بڑی مشکلات پیش آئیں کفار قریش نے بھی تکلیف دینے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی لیکن پھر بھی رحمت عالم ﷺ یہی کوشش کرتے رہے کہ قوم غیروں کی پوجا و پرستش چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت وبندگی

کرنے والی بن جائے۔ میں آپ کے سامنے حضور ﷺ کی مزاج پرسی اور عیادت کے تعلق سے عرض کر رہی تھی۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادٰی مَرِیْضًا نَادٰی مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ طِبْتَ وَطَابَ مُمْشَاکَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا. حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس بندے نے کسی مریض کی عیادت کی تو اللہ کا منادی آسمان سے پکارتا ہے کہ تو مبارک اور عیادت کے لئے تیرا چلنا مبارک اور تو نے یہ عمل کر کے جنت میں اپنا گھر بنالیا۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتُمْ عَلَی الْمَرِیْضِ فَنَفِّسُوْا لَهٗ فِیْ اَجَلِهٖ فَاِنَّ ذٰلِکَ لَا یَرُدُّ شَیْئًا وَّیُطَیِّبُ بِنَفْسِهٖ. حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کی عمر کے بارے میں اس کے دل کو خوش کرو یعنی اس کی عمر اور زندگی کے بارے میں خوش کن اور اطمینان بخش باتیں کرو مثلاً یہ کہ تمہاری حالت بہتر ہے۔ انشاء اللہ تم جلد ہی تندرست ہو جاؤ گے۔ اس طرح کی باتیں کسی ہونے والی چیز کو روک تو نہ سکیں گی اور اس سے اس کا دل خوش ہوگا۔ اور یہی عیادت کا مقصد ہے۔ ہم بھی مریض کی عیادت کرتے وقت رسول اکرم ﷺ کے اسوہ پر عمل کریں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

پانی اور ہوا انسانی زندگی کیلئے بڑی نعمت

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ءَ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ لَوْنَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْکُرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

مشفق و مہربان معلمات، صدر معلّمہ، ماؤں اور بہنو! ایک پرانی اصطلاح ہے عناصر اربعہ یعنی آگ پانی مٹی ہوا یہ چاروں انسان کی بنیادی ضروریات میں داخل ہیں اس وقت مجھے پانی اور ہوا کی دو عظیم نعمتوں سے متعلق چند باتیں آپ کے گوش گذار کرتی ہے یہ دونوں ایسی انسانی بلکہ تمام حیوانات کی ضروریات ہیں جس کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے پانی کی عظیم نعمت اور اس کی قدرت وطاقت کو بیان کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُکَامًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْ بَرَدٍ فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ

وَیَصۡرِفُهٗ عَنۡ مَّنۡ یَّشَآءُ یَکَادُ سَنَا بَرۡقِهٖ یَذۡهَبُ بِالۡاَبۡصَارِ. کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ بادل کو چلتا کرتا پھر اس بادل کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہ بتہ کرتا ہے پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اسکے بیچ میں سے نکل کر آتی ہے اور اس بادل سے یعنی اس کے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے پھر ان کو جس پر چاہتا ہے گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس کو ہٹاتا ہے اس بادل کی بجلی کی چمک کی یہ حالت ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے اب بینائی کو اچک لیا۔

جناب شہزاد الحسن چشتی لکھتے ہیں کہ کرۂ ارض کے ماحول میں ہوا انتہائی اہم ہے۔ ہوا میں ۲۱ فی صد آکسیجن، ایک فی صد کاربن ڈائی آکسائیڈ، ۷۷ فی صد نائٹروجن ہے۔ زندہ اجسام کے لئے یہ سب گیسیں کسی نہ کسی صورت میں اہم ہیں اور کرۂ ارض کے ماحول میں پھیلتی رہتی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی قدرتی گیسیں ہیں مگر ایک تو ان کی مقدار ماحول میں انتہائی قلیل ہے اور دوسرے یہ زندہ اجسام کے لئے یہ زیادہ اہم نہیں۔ یہ گیسیں ہوا کی صورت ہلکی اور تیز رفتاری سے ماحول میں حرکت کرتی رہتی ہیں اور جو بھی ان کے راستے میں آتا ہے ان پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ہوائیں پانی کے بخارات کو جواب بادلوں کی صورت ہوتے ہیں، اٹھا کر عالم بالا کی طرف لے جاتی ہیں۔ پھر روئے زمین میں پھیلا کر اللہ کے حکم کے مطابق جہاں جتنی ضرورت ہوتی ہے پانی تقسیم کرتی (برساتی) ہیں۔ پانی کی تقسیم میں بھی توازن ہے۔ کسی بھی علاقے کی سالانہ بارش کے ریکارڈ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں بارش کا سالانہ ایوریج تقریباً یکساں رہتا ہے۔ یا کچھ کم یا زیادہ، بعض علاقوں میں بڑے عرصے تک بارش نہیں ہوتی اور خشک سالی کا شکار ہو جاتے ہیں مگر پھر جب بارش ہوتی ہے تو جل تھل ہو جاتا ہے، یعنی خشک سالی کے دوران میں بارش کی کمی کا حساب برابر کر دیا جاتا ہے۔ ہواؤں کے دوش پر پانی لئے ہوئے بادل 'خوش خبری'

لئے ہوئے بھی ہوتے ہیں۔ انسان خوش ہوتا ہے کہ اب بارش ہوگی، گرمی اور حبس ختم ہوگا، زمین نرم ہوگی اور سونا اگلے گی۔ کھیت لہلہائیں گے، فصلیں پیدا ہوں گی، غلہ اگے گا، باغوں میں رنگ برنگے خوش نما پھول اور مختلف اقسام کے پھل پیدا ہوں گے اور اس طرح انسان اور جانوروں کے لئے رزق کا انتظام ہوگا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو بشارت بنا کر بھیجتا ہے۔ یہی ہوائیں اور بارش کبھی خدا کے عذاب کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہے۔ یہی بارش ہے جسے اللہ تعالیٰ نے طوفان نوح میں تبدیل کر دیا اور حضرت نوح کی قوم چند نفوس کے علاوہ بارش کے اس طوفان میں غرق کر دی گئی۔

بارش سے مردہ پڑی زمین جلا اٹھائی جاتی ہے۔ آسمان سے پانی برستا ہے تو خشک اور مردہ پڑی ہوئی زمین کی مٹی کے ذرات پھول جاتے ہیں اور علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ زمین کی اس پرت یا تہہ میں موجود لاکھوں بیکٹیریا جو طویل خشک سالی کے باعث مردہ ہو گئے تھے بارش کے پانی کے باعث 'جاگ' اٹھتے ہیں۔ ان کی نسل تیز رفتاری سے بڑھتی ہے۔ اپنے جسموں میں ہوا سے نائٹروجن لے کر اس کی تالیف (Synthesis) شروع کر دیتے ہیں یوں زمین کی زرخیزی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس مقصد کے لئے بارش کے پانی میں موجود ہائیڈروجن (H_2) اور آکسیجن (O) آئن علیحدہ ہو جاتے ہیں، جو بیکٹیریا کے خشک شدہ جینیاتی تشخص (Genetic Code) اور ڈی این اے (NDA) کو فعال بنا کر نئی زندگی عطا کرتے ہیں۔ لہٰذا اب یہ بیکٹیریا (مائیکروب) زندہ اور متحرک ننھے حیوانات جو خوابیدہ حالت یعنی زندگی اور موت کی سرحد پر ہوتے ہیں۔ بارش کا پانی ان میں بھی زندگی کی جولانیاں پیدا کر دیتا ہے۔ اس طرح بارش کے بعد بے شمار اقسام کے رینگنے والے دوڑنے والے اور اڑان بھرنے والے کیڑے مکوڑے جگہ جگہ متحرک نظر

آتے ہیں زمین میں بارش زندگی کی ہما ہمی دیکھی جاسکتی ہے۔اس طرح اللہ مردہ پڑی زمین کی زندگی سے بھر دیتا ہے۔مٹی میں مختلف قسم کے پودوں کے بے شمار بیج اور جڑیں بھی خوابیدہ حالت میں دفن ہوتے ہیں۔بارش کا پانی جوں ہی ان کے اندر جذب ہوتا ہے بیج کا خول نرم پڑتا ہے اور پھٹ جاتا ہے۔بیج کے اندر کا جنین کا اکھوا نرم مٹی کو پھاڑ کر زمین کی سطح کے اوپر نرم ونازک پتیوں کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور چہار طرف سبزہ لہلہانے لگتا ہے۔پودوں کی خشک جڑوں پر موجود کلیاں پانی کے بعد پھوٹتی ہیں اور تازہ دم ہو جاتی ہیں۔

کم اور زیادہ بارش میں اللہ کی حکمت

بارش کی وجہ سے ہر گھاس اور پودہ ہرا بھرا ہو جاتا ہے بلکہ نئی زندگی اور تازگی ملتی ہے،لیکن یہی بارش اگر زیادہ ہو جائے تو پودے سڑ گل جاتے ہیں۔اسی بارش ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مردہ شہر کو زندہ کر دیتے ہیں اور کبھی پوری قوم کو تباہ وبرباد کر ڈالتے ہیں۔قوم نوح کو ان کی بار بار کی سرکشی کی وجہ سے غرق آب کر دیا گیا آج بھی سیلاب کی صورت میں کتنی بستیاں اور گاؤں پانی کے نذر ہو کر لقمہ اجل بن جاتے ہیں بارش جب مناسب مقدار میں ہو جیسا کہ عام طور پر ہوتی ہے تو زمین پر رہنے والے ہر مخلوق کے لئے رحمت وبرکت کی باعث بنتی ہے۔کسان ہی نہیں بلکہ سارے انسان بارش کی وجہ سے خوشحال ہوتے ہیں۔اشیاء ارزاں ہوتی ہیں غلے کثرت سے پیدا ہوتے ہیں جانوروں کے چارے کا اچھا نظم ہو جاتا ہے اسلئے وہ بھی مناسب دام پر بکتے ہیں لوگوں کیلئے خریدنا آسان ہوتا ہے۔غرضیکہ بارش اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو عوام کیلئے زیادہ نفع بخش ہوں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

صدر معلّمہ، مشفق ومہربان معلمات، ماؤں اور بہنو! مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سفر کیا ہے۔

درد دل کی واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

آدمی اگر اپنے لئے جیا تو کیا جیا دوسرے لوگوں کے نفع ونقصان کا ہر وقت خیال رکھنا چاہئے اسی میں دنیا وآخرت کی بھلائی مضمر ہے ہر ایک دنیا سے اتنا ہی حاصل کرسکتا ہے جتنا اس کے لئے مقدر کردیا گیا ہے مقدر سے زیادہ یا اس سے کم کوئی نہیں حاصل کرسکتا بلکہ پورا پورا مل کر رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوں میں نے دیکھا کہ اس میں زیادہ فقراء داخل ہورہے ہیں اور نصیب والے (یعنی مالدار) روک دیئے گئے ہیں اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوں میں نے دیکھا کہ اس میں زیادہ عورتیں داخل ہورہی ہیں۔

(اخرجہ البخاری فی النکاح ومسلم فی الذکر والدعاء)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں کنارے دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں وہ دونوں پکار کر کہتے ہیں جسے انسان وجنات کے علاوہ روئے زمین کی ساری چیزیں سنتی ہیں: اے لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ جو کم اور گزر بسر کے لئے کافی ہو وہ اس زیادہ (مال) سے بہتر ہے جو (اللہ کے ذکر سے) غافل کردے۔ (مسند احمد: ۱۹۷/۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'اے اللہ آل محمد کو بقدر کفایہ روزی دے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص کامیاب ہوا جو اسلام لایا اور بقدر کفایہ روزی دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس پر قانع بنایا جو اس نے اس کو عطا فرمایا ہے۔ (رواہ مسلم فی الزکوٰۃ)

لیکن زہد وقناعت کا مطلب ترک علم وعمل یا رہبانیت اختیار کرنا نہیں ہے۔ اسلام میں رہبانیت حرام ہے اور علم حاصل کرنے اور عمل کرنے کی ترغیب دلائی گئی

ہے اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم مسجد میں بیٹھے رہیں اور اپنی روزی کمانے نہ نکلیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے (خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاسَ) سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہوں۔ اگر مسلمان کوئی پیشہ اختیار کرے اور وہ لوگوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُتَحَرِّفَ) (طبرانی، بیہقی) اللہ تعالیٰ ایسے مومن کو پسند کرتا ہے جو حرفت والا ہو، بلکہ کوئی شخص اگر اپنے اہل وعیال کے لئے روزی کمانے نکلتا ہے تو وہ اسلام کی نگاہ میں مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں گھاٹی کے راستہ سے ایک شخص نمودار ہوا جب ہم نے اسے دیکھا تو کہا اگر یہ جوان اپنی چستی پھرتی اور اپنی قوت اللہ کی راہ میں لگاتا تو کیا ہی بہتر ہوتا، ہماری بات رسول اللہ ﷺ نے سن لی آپ نے فرمایا کیا سبیل اللہ سے مراد صرف وہی ہے جو اللہ کی راہ میں مارا جائے (سن لو!) جو اپنے والدین کے لئے محنت کرے وہ اللہ کے راستے میں ہے جو اپنے بچوں کے لئے محنت کرے وہ اللہ کے راستے میں ہے، جو اپنے لئے محنت کرے تاکہ مانگنے سے بے نیاز رہے وہ اللہ کے راستے میں ہے اور جو مال بڑھانے کے لئے محنت کرے وہ شیطان کے راستے میں ہے۔

(ذکرالسیوطی فی الدرالمنثور: ۲۶۹/۵)

زہد وقناعت کا مطلب یہ ہے کہ آپ حلال طریقے سے اپنا حصہ اتنا ہی لینے کی کوشش کریں جو آپ کی گزر بسر کے لئے کافی ہو اور حرص وطمع چھوڑ دیں، جو کہ ظلم، وفتنہ وفساد اور بہت سی برائیوں کی جڑ ہے اور یہ سمجھیں کہ یہ دنیا آپ کے لئے پیدا کی گئی ہے اور آپ آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، آپ کے علم کا مقصد حصول

آخرت ہو نہ کہ فانی دنیا آپ کی پہچان قناعت، استغناء، خود داری اور ایمان داری ہو اور دنیا میں رہ کر آپ آخرت والے کہلائیں۔ آپ ہمیشہ صبر کا دامن تھامے رہیں اور اللہ کے شکر گزار بندے بنیں یہی مومن کا زہد ہے۔

ہم کو اللہ نے عبادت کے لئے پیدا کیا

دنیا جتنا مقدر میں ہے وہ مل کر رہے گی کوئی بھی مخلوق اللہ کی طرف سے مقرر کردہ روزی میں سے نہ تو ایک لقمہ کم کھا سکتا ہے اور نہ ہی ایک لقمہ زیادہ اور ہر مخلوق کی روزی اللہ ہی کے ذمہ ہے ایک مومن بندے کی یہ شان نہیں اور اس کو زیب نہیں دیتا کہ دنیا کی حقیر اور معمولی نعمتوں پر ریجھے بلکہ اس کی نظر تو ہمیشہ آخرت کی دائمی اور لازوال نعمتوں پر ہونا چاہئے۔ مقصد تخلیق بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ. میں نے انسانوں اور جناتوں کو محض اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا۔ انسان دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری کرے اور ایسا کام کرے جس سے لوگوں کا فائدہ ہو اور جب لوگوں کو فائدہ پہونچے گا اور ان کا دل خوش ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوں گے اسلئے کہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اسلئے صرف اپنی ہی فکر کرنے کے بجائے مخلوق خدا کی فکر کرنی چاہئے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

طلبِ علم کیلئے

اصحابِ خیر القرون رحمۃ اللہ علیہم کی قربانیاں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا. وَقَالَ تَعَالٰى فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

محترمہ صدر معلّمہ، ماؤں اور بہنو! حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ. جو شخص علم حاصل کرنے کیلئے نکلتا ہے وہ اللہ کے راستہ میں ہے تا آنکہ وہ گھر لوٹ آئے علم حاصل کرنے والے کیلئے بڑی فضیلتیں ہیں: اَنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِيْ جَوْفِ الْمَآءِ وَاَنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلٰى

الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ ۔علم دین کے حاصل کیلئے آسمان وزمین کی ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی استدعا کرتی ہیں یہاں تک کہ دریا کے پانی کے اندر رہنے والی مچھلیاں بھی اور عبادت گذاروں کے مقابلہ میں حاملین علم کو ایسی برتری حاصل ہے۔جیسی کہ چودھویں رات کے چاند کو آسمان کے باقی ستاروں پر۔اس وقت میں آپ کے سامنے ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرنا چاہتی ہوں۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کو بیان کرنے کیلئے کافی وقت درکار ہے مگر میں مختصراً ان کے کچھ حالات آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ شوال المکرّم ۱۹۴ھ بعد نماز جمعہ بخارا میں پیدا ہوئے ابھی کم سن ہی تھے کہ باپ کا سایہ اُٹھ گیا تعلیم وتربیت کیلئے صرف والدہ کا سہارا رہ گیا والدہ محترمہ نے اپنے ہونہار لڑکے کی تعلیم کا آغاز کیا۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابھی کم سن ہی تھے کہ حدیث کا بے انتہائی شوق پیدا ہوا ایسا لگتا تھا کہ اللہ رب العزت نے ان کی تخلیق صرف حدیث کے لئے فرمائی تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بڑے مستغنی تھے

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ کے والد ماجد بہت بڑے مالدار غنی ومتمول آدمی تھے۔اور دولت کی کثیر مقدار چھوڑ کر فوت ہوئے تھے،امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد ماجد کے ترکہ میں سے کافی دولت ملی تھی مگر وہ تمام دولت آپ نے فی سبیل اللہ طلب علم میں خرچ کی حتی کہ بعض اوقات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو فاقہ کی وجہ سے گھاس کھانے کی نوبت آگئی تھی۔(فضل الباری:ص ۶۵،ج:۱)

علامہ شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ سیر اعلام النبلاء،ص:۴۴۸،ج:۱۲، میں بحوالہ محمد بن ابی حاتم لکھتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس درمیان

میں کہ اپنے استاذ وشیخ حضرت آدم بن ابی ایاس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علم میں مشغول تھا، میرے پاس سے خرچہ ختم ہوگیا اور مجھے گھاس کھا کر گذارہ کرنا پڑا مگر میں نے اپنی حالت کا کسی سے اظہار نہیں کیا،جب تین روز ایسی حالت میں گزر گئے تو رات میں ایک شخص آیا جس کو میں جانتا نہ تھا اس نے مجھے ایک دینار کی تھیلی دی اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ اس کو اپنے اوپر خرچ کرلیا کرو۔

حسین بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری قدس سرہ کے اندر تین بڑی ممتاز صفات تھیں ان عمدہ دیگر صفات کے ساتھ جو وہ اپنے اندر رکھتے تھے:

۱-قلیل الکلام تھے۔

۲-لوگوں کے مال ودولت پر ان کی نظر طمع بالکل نہ تھی،وہ مستغنی آدمی تھے۔

۳-وہ لوگوں کی طرح مختلف معاملات میں اپنا وقت خراب نہ کرتے تھے۔

ان کی تمام مشغولیات علم کے سلسلہ میں ہوتی تھیں، كُلُّ شُغْلِهٖ كَانَ فِي الْعِلْمِ

(سیر اعلان النبلاء ص:۴۴۸،ج:۱۲)

سلیم بن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام بخاری خالص اللہ پاک کی رضا جوئی کے لئے لوگوں کو علم حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے،اس تعلیم پر وہ لوگوں سے کچھ لیا بھی نہیں کرتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسا فقیہ اور محدث اور بزرگ تقویٰ وپرہیزگاری میں کامل انسان نہیں دیکھا اور آپ بڑے عابد وزاہد ولی انسان تھے۔(سیر اعلام النبلاء ص:۴۴۹،ج:۱۲)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قوت حفظ

حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ساتھ مشائخ بخارا کے پاس جایا کرتے تھے اس وقت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نوعمر تھے درس میں جاکر بیٹھتے

سب لوگ حدیثوں کو لکھتے اور یاد کرتے مگر امام صاحب خاموش بیٹھے رہتے اور ایک لفظ نہ لکھتے ساتھی ملامت کرتے کہ میاں جب تم لکھتے نہیں تو آتے کیوں ہو؟ حاشد کہتے ہیں کہ پندرہ سولہ روز یوں ہی گذر گئے۔ سترھویں روز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تنگ آکر کہا تمہاری ملامت کی حد ہوگئی لاؤ اپنے دفتر نکالو اور دکھاؤ تم لوگوں نے کیا لکھا ہے ہم اس وقت پندرہ ہزار سے بھی زائد حدیث لکھ چکے تھے ہم نے اپنے دفتر امام بخاری کے سامنے لاکر رکھدیئے امام نے تمام حدیثیں بھری مجلس میں زبانی سنادیں اور ہم نے جان لیا کہ جو نایاب خزانہ ہمارے کاغذوں میں ہے وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سینے میں محفوظ ہے اور ہمیں امام کی یادداشت سے اپنے نوشتوں کی اصلاح کرنی پڑی۔ اللہ تعالیٰ بڑے غضب کا حافظہ عطا کیا تھا اسی کے ساتھ تقویٰ وپرہیزگاری کے اعلیٰ معیار پر تھے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ اور حسنِ نیت

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ. وَقَالَ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات! اللہ تعالیٰ قیامت تک کوئی نبی ورسول نہیں بھیجیں گے ہمارے نبی ﷺ ہی آخری نبی ورسول ہیں؟ لیکن قیامت تک نبی ورسول کی ضرورت باقی رہے گی جس کو علمائے امت پورا کرتے رہیں گے ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلِ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔ یعنی جو کام انبیاء بنی اسرائیل کا تھا وہ کام امت محمدیہ کے علماء ہی انجام دیں گے یہ بہت بڑا فضل ہے اس امت کے لئے بڑے بڑے علماء اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں جنہوں نے ایسے کارنامے انجام دیئے کہ زمانے کے عقلا حیران وششدر رہ جاتے ہیں۔

ایک ایک عالم نے ایسے عظیم الشان کام انجام دیئے کہ آج ایک اکیڈمی اور ادارہ بھی مل کرا تنا نہیں کرسکتا۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار انہیں خوش نصیب ہستیوں میں ہے جو بڑے عالم ہونے کے ساتھ بڑے متقی و پرہیز گار بھی ہے۔

امام بخاری قدس سرہ العزیز کا مزید تقویٰ حسن نیت، صدق عزیمت اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بار امام کی خدمت میں کچھ ہدایا پیش کئے گئے، ایک تاجر نے حاضر ہوکر ان ہدایا کو خریدنے کی خواہش ظاہر کی اور پانچ ہزار درہم نفع کے لگائے، امام نے فرمایا کل آؤ اس وقت سوچ کر جواب دوں گا، وہ تاجر چلا گیا امام نے اپنے دل میں ارادہ کرلیا تھا کہ اس معاملہ کو قبول کرلوں گا، اس کے بعد ایک دوسرا تاجر آیا اور اس نے دس ہزار درہم نفع کے لگائے، ظاہر ہے کہ فتویٰ کے اعتبار سے امام پر کوئی پابندی نہیں تھی کیوں کہ آنے والے تاجر سے کوئی معاملہ صراحتاً طے نہیں ہوا تھا، امام نے صرف یہ فرمایا تھا کہ کل آنا، تب جواب دوں گا، مگر دل میں اس کے ساتھ معاملہ کرنے کے لئے ارادہ ہوگیا تھا اس وجہ سے آپ نے دوسرے تاجر سے معذرت فرمادی حالاں کہ آپ کو نفع میں پانچ ہزار درہم زیادہ مل رہے تھے یہ آپ کا کمال تقویٰ ہے اور فرمایا: لَا اَحبُّ اِنِ انُقَضَ نِیَتِیُ. (تاریخ دمشق،ص:۲۸،ج:۲۲)

اور یہ صرف اس وجہ سے کہ اعمال کا ایک وجود مخفی طور پر عند اللہ نیت سے ہوجاتا ہے اگر چہ اس پر فقہی احکام مرتب نہیں ہوتے ہیں اس دقیق تحقیق کی بناء پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو اللہ پاک کے سامنے کاذب ہونے سے بچالیا، سبحان اللہ! حضرت امام اقدس سرہ کی نظر کس قدر دقیقہ رس تھی اگر چہ یہ چیز لوگوں سے مخفی ہے۔ (فضل الباری،ص:٦٦،ج:١)

حضرت علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس قصہ کو لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کا ایک صاحب کے ذمہ ۲۵ ہزار روپئے بطور قرض تھا مگر وہ بہت تنگ کرتا تھا، اور ادھر

ادھر بھاگتا رہتا تھا، دوسرے حضرات نے امام صاحب سے بارہا کہا کہ ہم اس کو پکڑلیں اور اس کے لئے فلاں فلاں اس دور کے حکام وسلاطین سے بات کریں گے اور ہم نے حضرت کو بتائے بغیر جب اس کے بارے میں حکام وسلاطین سے بات کی اور سختی کرانی چاہئے تو حضرت نے منع فرمادیا اور اس کو بہت سہولت دے دی کہ تم ہر سال صرف دس درہم دے دیا کرو، اللہ اکبر! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ کتنا تھا اور اخلاق کس قدر وسیع تھے۔ ۲۵/ ہزار درہم میں کتنے حضرت کو وصول ہوئے ہوں گے اللہ ہی جانتے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء،ص:۴۴۷،۴۴۶،ج:۱۲)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحب کے مکان میں بطور کرایہ دار رہتے تھے اور کافی زمانہ رہے۔ مگر فرماتے تھے کہ میں نے کبھی اس کی دیوار اور زمین میں سے کچھ لے کر استنجاء کی ضرورت پوری کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا اس بات کا خیال رکھا کہ مکان دوسرے کا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء،ص:۴۴۷،ج:۱۲)

ایک ہزار اشرفی دریا برد کردیا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دفعہ دریا کا سفر پیش آیا کشتی میں سوار ہوئے تو آپ کے پاس ایک ہزار کی اشرفیاں تھیں ایک شخص امام صاحب سے بڑی حسن عقیدت کے ساتھ پیش آیا۔ خوب میل جول بڑھایا۔ امام صاحب اس سے کافی بے تکلف ہوگئے اور اسے اپنی اشرفیوں کی خبر دے دی ایک روز صبح سویرے یہ شخص بیدار ہوا اور شور وغل مچانا شروع کردیا لوگوں نے متعجبانہ انداز سے پوچھا تو بولا میرے پاس ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی تھی آج وہ اپنے سامان میں نہیں پاتا ہوں کشتی والوں کی تلاشی شروع ہوگئی امام صاحب نے بڑی خاموشی کے ساتھ اشرفیوں کی تھیلی دریا کی موجوں کے سپرد کردی جب کسی مسافر کے سامان سے وہ تھیلی برآمد نہ ہوئی تو لوگوں

کے تیور بدلے اور اس شخص کو سخت سست کہنا شروع کیا۔ سفر پورا ہوا۔ وہ شخص تنہائی میں امام صاحب سے ملا اور کہنے لگا آپ نے اشرفیوں کی وہ تھیلی کیا کی؟ امام صاحب نے بڑے اطمینان سے جواب دیا دریا میں پھینک دی تھی، اس نے پوچھا آپ کی طبیعت اتنی بڑی رقم اس بے دردی سے دریا برد کردینے پر کیسے آمادہ ہوگئی؟ تم کس دنیا میں زندگی کی سانس لیتے ہو؟ آپ نے فرمایا میری ساری زندگی رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی جمع وترتیب میں ختم ہوگئی میری علمی دیانت اور پاکیزگی ضرب المثل بن چکی کیا چوری کا شبہ اپنے اوپر لے کر اس دولت کو پامال کردیتا جو عمر عزیز کی تمام بہاریں کھو کر حاصل کی ہے۔ اللہ اکبر کیسے متقی و پرہیزگار اور دنیا سے بے رغبت انسان تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

چغل خور
اور پیشاب سے نہ بچنے والوں کو عذاب

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَّيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات! یہ دنیا عمل کا گھر ہے یہاں جو کچھ اچھا یا برا کریں گے اس کا اچھا یا برا انجام مرنے کے بعد ملے گا۔ جو بھی پیدا ہوگیا اس کو تین عالموں سے سابقہ پڑے گا عالم دنیا جس میں موجود ہے، دوسرے عالم برزخ مرنے کے بعد کی جو زندگی شروع ہوتی ہے اس کو عالم برزخ کہتے ہیں تیسرے عالم آخرت بیچ کا جو عالم ہے عالم آخرت اس میں انسان کو کس حال میں رکھا جاتا ہے

اس سلسلہ میں روایتوں میں آتا ہے اور جو آیت میں نے پڑھی ہے اس میں بھی بتایا گیا کہ سزائیں بھی ہوتی ہیں اور راحت وآرام بھی ملتا ہے، یہ انسان کے اپنے اچھے برے اعمال پر نتائج مرتب ہوتے ہیں، اس آیت میں تو صرف فرعونیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ صبح وشام ان کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا کہ داخل کرو آل فرعون کو سخت سے سخت عذاب میں ۔ حضور علیہ السلام کو بعد میں بتایا گیا کہ تمام کفار بلکہ عصاۃ مومنین کو بھی برزخ میں عذاب ہوتا ہے ۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے بعض آثار سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح جنتیوں میں سے شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے حواصل میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں اسی طرح دوزخیوں میں سے فرعونیوں کی ارواح کو طیور سود کے حواصل میں داخل کر کے ہر صبح وشام دوزخ کی طرف بھیجا جاتا ہے دنیا کے اندر تکلیف وراحت صرف جسم محسوس کرتا ہے اور عالم برزخ میں تکلیف وراحت صرف روح محسوس کرتی ہے ۔ مگر آخرت میں جسم ارواح دونوں راحت یا تکلیف محسوس کریں گے ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کا دو قبروں پر گزر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا ان کو عذاب قبر ہو رہا ہے، اور کسی بڑے مشکل کام کے سبب عذاب نہیں ہو رہا ہے بلکہ ایسی معمولی باتوں پر جن سے بچ سکتے تھے ۔ پھر آپ نے دونوں کے گناہوں کی تفصیل بتائی کہ ان دونوں میں ایک پیشاب کرنے میں پردہ نہیں کرتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ پیشاب سے نہ بچتا تھا اور یہ دوسرا چغلی کرتا پھرتا تھا، پھر آپ نے ایک ترٹہنی منگا کر بیچ میں سے چیر کر آدھی اس قبر میں گاڑ دی اور آدھی دوسری قبر میں ۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ ارشاد فرمایا کہ شاید ان دونوں کا عذاب ان کے سوکھنے تک ہلکا کر دیا جائے ۔ (مشکوۃ شریف)

چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا

جن بری عادتوں کا تعلق زبان سے ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جن کو سنگین جرم اور گناہ عظیم قرار دیا ہے اور جن سے بچنے اور پرہیز کرنے کی آپ علیہ السلام نے سخت ترین تاکید فرمائی ہے ان میں سے ایک چغلخوری بھی ہے یعنی کسی کی ایسی بات دوسرے کو پہونچانا جو اس شخص کی طرف سے اس دوسرے آدمی کو بدگمان کر کے باہمی تعلقات کو خراب کردے اسی بری عادت کا نام چغلخوری ہے چونکہ آپس کے تعلقات کو خراب کر کے بغض وعداوت اور مخالفت ومنافرت پیدا کرے ۔ ظاہر ہے کہ وہ بدترین درجہ کی معصیت ہوگی ۔ بہر حال چغلخوری کو رسول اللہ ﷺ نے اسی لئے سخت ترین گناہوں میں سے بتلایا ہے اور آخرت میں سامنے آنے والے اس کے برے انجام سے پوری طرح ڈرایا ہے ۔ بخاری کی روایت ہے: عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ چغلخور آدمی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا ۔ غیبت چغلخوری بدظنی یہ سب گندے اوصاف ہیں معاشرے میں لوگوں کی نگاہوں سے گرادینے والے ہیں غیبت کے تعلق سے حدیث میں آتا ہے ۔ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ تم اپنے بھائی کی ان باتوں کو ذکر نہ کرو جن کو وہ ناپسند کرتا ہو ۔

آج کل لوگوں میں یہ وبا عام ہوتی جارہی ہے کہ معمولی معمولی باتوں پر جھوٹ بولتے ہیں ایک دوسرے کی غیبت اور چغلخوری کرنے کو اپنا معمول بنالیتے ہیں عوام تو عوام خواص بھی اس میں برابر کے شریک ہیں کم ہی ایسی مجلسیں ہوتی ہیں جہاں غیبت اور چغلخوری نہ کی جاتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات میں فرمایا: وَلَا

یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضاً اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتاً فَکَرِھۡتُمُوۡہُ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیۡمٌ. ’’اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ سو تم لوگ اس کو ناپسند کرو گے اور اللہ سے ڈرو بلا شبہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان ہیں۔ غیبت کرنا مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک صاحب سے فرمایا کہ اپنے دانتوں کا خلال کرلو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آج گوشت چکھا بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم فلاں کی غیبت نہیں کی۔ اس لئے ان قبیح اوصاف سے ہمیں دور رہنا چاہئے۔

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ

☆☆☆

حکیم الامت نے تنگدستی کی حالت میں علم کیسے حاصل کیا؟

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحٰبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ، اَمَّا بَعۡدُ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ، بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، وَمَا کَانَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لِیَنۡفِرُوۡا کَآفَّۃً فَلَوۡ لَا نَفَرَمِنۡ کُلِّ فِرۡقَۃٍ مِّنۡھُمۡ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوۡا فِی الدِّیۡنِ وَلِیُنۡذِرُوۡا قَوۡمَھُمۡ اِذَا رَجَعُوۡآ اِلَیۡھِمۡ لَعَلَّھُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

محترمہ صدر معلّمہ، مشفق و مہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو!

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مشہور مقولہ ہے: اَلۡعِلۡمُ لَا یُعۡطِیۡکَ بَعۡضَہٗ اِلَّا اِذَا اَعۡطَیۡتَہٗ کُلَّکَ فَاِنۡ اَعۡطَیۡتَہٗ کُلَّکَ فَاَنۡتَ مِنۡ اَنۡ یُّعۡطِیۡکَ بَعۡضَہٗ عَلٰی خَطَرٍ. علم اپنا تھوڑا سا حصہ بھی تمہیں نہیں دے سکتا جب تک اپنا سب کچھ اسے نہ دیدو جب اپنا سب کچھ اسے دیدو گے تو امکان ہے کہ علم اپنا کچھ تم کو دے دے۔ علم بڑی محنت

چاہتا ہے بلا محنت ومشقت کے حاصل نہیں ہوتا ہمارے اکابر واسلاف نے علم کی تلاش وجستجو کیلئے جو مشقتیں برداشت کی ہیں ہم ان کا تصور وگمان بھی نہیں کرسکتے۔

حکیم الامت مجدد الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے واقعات میں فرماتے ہیں کہ میں زمانۂ طالب علمی میں دارالعلوم دیوبند ایسے وقت پہنچا جب داخلے بند ہوگئے، ناظم تعلیمات کے پاس گیا، حضرت مجھے داخل فرمادیجئے، انہوں نے فرمایا: داخلے بند ہیں، میں نے کہا: حضرت آنے میں دیر ہوگئی، انہوں نے کہا: بھئی ہم داخلہ نہیں کرسکتے۔ میں نے پوچھا: حضرت وجہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: دیکھو بھئی دارالعلوم ابتدائی حالت میں ہے، نہ مطبخ ہے نہ کوئی طباخ ہے، یہ قریہ ہے بستی نہیں، اس کے لوگوں نے ایک طالب علم، دو طالب علم، تین طالب علم، مختلف طلبا کا کھانا اپنے ذمے لیا ہوا ہے، وہ طلبہ پڑھتے یہاں ہیں اور کھانا ان کے وہاں کھاتے ہیں، اب پوری بستی میں ایک گھر بھی ایسا نہیں ہے جو کسی بھی ایک طالب علم کا کھانا اپنے ذمے لے، تو ہم آپ کو نہیں رکھ سکتے، فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: حضرت کھانا میری ذمہ داری، ، آپ مجھے کلاس میں بیٹھنے کی اجازت دیدیں، تو مجھے داخلہ مل گیا، اب داخلہ ملنے کے بعد میں طلبا کے ساتھ سارا دن پڑھتا جب رات آتی تو طلبا کے ساتھ بیٹھ کر تکرار کرتا، جب طلبہ سوجاتے تو اساتذہ کی اجازت کے ساتھ دارالعلوم سے باہر نکلتا، دیوبند بستی میں اس وقت دو سبزی فروشوں کی دو دکانیں تھیں، میں وہاں چلا جاتا، کبھی تربوز کے چھلکے تو کبھی خربوزے کے چھلکے تو کبھی امرود کے چھلکے اور کبھی سیب کے چھلکے، میں وہ چھلکے اٹھا کے لاتا، ان کو دھو کے پاک صاف کرلیتا اور ان کو بیٹھ کر کھالیتا یہ میرا چوبیس گھنٹے کا کھانا ہوتا، میں نے سارا سال پھلوں کے چھلکے کھا کر گزارا کیا، اپنے سبق کو ناغہ نہیں کرنے دیا، فرماتے ہیں کہ دوران سال میرے عزیز رشتے دار مجھے خط لکھتے تھے، میں ڈر کے مارے پڑھتا نہیں

تھا، بھئی خوشی کی خبر ہوگی، تو جانے کو دل کرے گا، غم کی خبر ہوگی تو طبیعت تو پڑھائی میں نہیں لگے گی۔ تو خط ہی مت پڑھو۔ میں نے مٹکا بنایا ہوا تھا سارے خط اس مٹکے میں ڈالتا جاتا تھا، جب سال کے بعد امتحان دیدیتا، فارغ ہوجاتا، اس وقت ان خطوں کو نکالتا، اور ان کو پڑھتا پھر ان کے پڑھنے کے ساتھ میں فہرست بناتا، فلاں کو خوشی ملی، فلاں کو غم ملا، فلاں بیمار، فلاں کو بیٹا ہوا، فلاں کو یہ ہوا، پوری فہرست بنا کے میں اپنے گھر واپس آتا اور سب رشتے داروں کے پاس جاتا، خوشی والوں کو مبارک باد دیتا، اور غم والوں کی تعزیت کرتا، جیسا بھی کہتا، لوگ مجھ سے بڑے خوش ہوتے کہ اس بچے نے ہمارے خط کو ایک سال یاد رکھا، حالاں کہ میں نے اس کے خط کو پڑھا ہی تھا ایک سال کے بعد، یہ تو قریب کے زمانے کے بزرگ ہیں۔ یہ تھے طلبا، جو طلبا کہلانے کے مستحق تھے، یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سارے ہی طلباء ایسے ہوتے تھے کہ پلّے کچھ نہیں ہوتا تھا، نہ کھانا نہ پینا، نہ بستر، پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتی، غرباء میں سے بھی تھے امراء میں سے بھی تھے۔

چنانچہ امراء کی مثالیں سن لیجئے، عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایک ترکی تاجر کے نواسے تھے اور ترکی تاجر کی پوری میراث ان کی والدہ کو ملی اور ان کی اور اولاد تھی نہیں، تو یہ اپنے منہ میں سونے کا چمچ لے کے پیدا ہوئے ان کے والد نے ان کو پڑھنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے بیس ہزار دینار سفر خرچ کے لئے دیئے، بیس ہزار دینار، اور انہوں نے پھر چار ہزار اساتذہ سے علم حاصل کیا، بہت پیسہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے تھے، انہوں نے اپنی پوری دولت علم کو حاصل کرنے میں لگادی، پھر اللہ نے وہ مقام دیا کہ جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لئے آئے ہیں تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر کھڑے ہوئے تھے، عبداللہ بن مبارک کو اپنی مسند پر بٹھایا کرتے تھے، یہ نواب زادے تھے، علم اللہ نے ان کو عطا کیا۔

ہارون رشید کا ایک بیٹا، رہتا محل میں تھا، مگر اس کو محل سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، سادہ کھانا کھاتا، سادے کپڑے پہنتا، ہارون رشید نے کہہ دیا، تیری وجہ سے لوگ طعنہ دیتے ہیں کہ جی آپ کے بچے کو تو کچھ ہو گیا ہے، علاج کرواؤ، تو مجھے باتیں سننی پڑتی ہیں، ابا جان ! اگر آپ کو باتیں سننی پڑتی ہیں پھر مجھے اجازت دیں، میں علم حاصل کرتا ہوں، یہاں سے جاتا ہوں، ہارون رشید نے اجازت دیدی، ماں نے اس کو جاتے ہوئے ایک انگوٹھی دیدی اور قرآن پاک دیا، بیٹا! تم قرآن پاک پڑھنا تو اماں کو یاد کرنا، اور اگر کوئی ضرورت پڑے تو یہ انگوٹھی قیمتی ہے بیچ کے ضرورت پوری کر لینا، وہ نوجوان گیا، مسجد میں اعتکاف کی نیت سے رہتا تھا، ہفتے میں ایک دن کام کرتا تھا، وہ بھی جب مدرسے میں چھٹی ہوتی تھی، چھٹی کے دن مزدوری کرتا تھا، اور مزدوری کر کے اتنی مزدوری لیتا تھا جس سے اس کو چھ روٹیاں مل جاتی تھیں، ہر روز ایک روٹی کھاتا تھا، چوبیس گھنٹے گزارتا تھا، اور ساتویں دن پھر مزدوری کر لیتا، لوگوں کے گھر بناتا، اس شہزادے نے اس حال میں زندگی گزاریں، تنگی تھی رزق کی، مگر اس نے اس حال میں رہ کر علم حاصل کرنا پسند کیا۔

امام ربیعۃ الرائے رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ میں ایک اور واقعہ ملتا ہے فرخ نامی ایک فوجی تھا اس نے سفر پر جانے کا ارادہ کیا غالباً بادشاہ وقت اس کو کسی مہم پر بھیجنے والا تھا تو اس نے اپنی بیوی کو چالیس ہزار اشرفیاں دیں اور کہا کہ اس کو رکھو جب آؤں گا تو حساب لونگا کہ کن مواقع میں تم نے خرچ کیں چنانچہ وہ چلا گیا اور ستائیس سال تک شہروں کو فتح کرتا رہا اور لڑائیاں کرتا رہا پھر ستائیس سال کے بعد جب گھر آیا تو گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے گھر کے دروازے پر دستک دی اندر سے ایک نوجوان نکلا فرخ دیکھ کر غضبناک ہو گیا کہ

میرے گھر میں غیر محرم کیسے آ گیا اس نوجوان نے کہا کہ میرا گھر ہے اور بڑے میاں فرخ نے کہا کہ میرا گھر ہے۔ قریب تھا کہ ہاتھا پائی ہو جائے بیوی نے نام سنا فرخ تو بتایا کہ یہ نوجوان تمہارا بیٹا ہے بعد میں اشرفیوں کا حساب لینا چاہا تو بیوی نے بتایا کہ میں نے وہ ساری اشرفیاں تمہارے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر خرچ کر دی۔ یہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم ہوئے جن کو دنیا ربیعۃ الرائے کے نام سے جانتی ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاد تھے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

ختنہ ایک عظیم سنت ہے جو انسان کو تندرستی عطا کرتی ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. قُوْلُوْآ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات ،عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! ختنہ کرنا سنت ہے۔ بلکہ شعائر اسلام میں سے ہے سب سے پہلے ختنہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا جب اللہ کی طرف سے حکم ہوا تو فوراً کلہاڑی اٹھائی اور ختنہ کرلیا لیکن ظاہری بات ہے اس سے بڑی تکلیف ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے خلیل میں نے حکم دیا تھا تو اس کا طریقہ بھی بتاتا صبر کرتے مگر وہ تو اولوالعزم پیغمبر تھے

کیسے صبر کرتے بس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملنا تھا فوراً ختنہ کرلیا۔ ختنہ کرنے سے جہاں ایک اہم سنت ادا ہورہی ہیں وہیں بہت سی بیماریوں سے نجات بھی مل جاتی ہے جو لوگ ختنہ نہیں کراتے ان کو کئی طرح کی بیماریاں بھی لاحق ہوجاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے غیر مسلم بھی اپنے بچوں کا ختنہ محض اس لئے کراتے ہیں تاکہ بیماریوں سے نجات حاصل کی جاسکے۔ واقعی اسلام ایسا مذہب ہے جو فطرت انسانی کے عین موافق ہے اس کا ہر حکم انسان کی صحت وتندرستی کا ضامن اور کفیل ہے اور آخرت میں جو فائدہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کردیا ہے وہ تو ہے ہی دنیا میں بھی انسان اس کا فائدہ اپنی نظروں سے دیکھے گا۔

لندن کے گارجین اخبار کے ادارتی نوٹ میں بجا طور پر جرمنی کے اس حالیہ فیصلہ پر اظہار تشویش وناپسندیدگی کیا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے بچوں کا ختنہ کراتے ہیں اسے بچوں کو مارنے کی طرح ایک جرم قرار دیا جائے گا اس سے پہلے دیگر مغربی ملکوں مثلاً فرانس اور سوئزرلینڈ میں مسلم خواتین کے حجاب اور مساجد میں مینار کی تعمیر پر پابندی عاید کی جاچکی ہے ۔مسلمانوں کی تہذیب کے آثار وعلامات اور طرز معاشرت پر یہ پابندیاں یورپ میں صدیوں بعد کیوں اچانک عائد کی جارہی ہیں جب کہ اسلام سے یہ مما لک اسپین میں اسلام کے دور حکومت سے واقف چلے آرہے ہیں۔ اس کی گہرائی میں جائیں تو مغرب کے موجودہ ذہنی فساد اور اسلام دشمنی کی شدت کا پتہ چلتا ہے ۔مغرب اپنی ہزار کوشش سے اپنے طرز زندگی اور تہذیب حیا سوز سے مسلمانوں کو دنیا کے کسی گوشہ میں مرعوب نہیں کرسکا تو اب اس نے اپنے غصہ کا اظہار اس طرح شروع کردیا ہے کہ ختنہ، حجاب اور مساجد کے مینار پر پابندی عاید کررہا ہے۔ اس سے اس کے تہذیبی احساس کمتری کا پتہ چلتا ہے۔ کلون کے ریجنل کورٹ نے یہ فیصلہ سنایا ہے کہ وہ ڈاکٹر جو ختنہ کرے گا بچے کو جسمانی

آزار پہنچانے کا ملزم قرار دیا جائے گا۔ اس فیصلہ کی مسلمانوں کے علاوہ یہودیوں نے بھی مذمت کی ہے۔ اس فیصلہ کو ایک لبرل اور جمہوری معاشرہ میں انسان کی آزادی فکر وعمل پر بندش کے مترادف قرار دیا جائے گا۔ گارجین (لندن) نے اسے ایک نامعقول اور ناشائستہ فیصلہ قرار دیا ہے جو ایک فرد کی اپنی مذہبی وتہذیبی شناخت کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ یہی دلیل فرانس میں حجاب پر بندش اور سوئزرلینڈ میں میناروں کی تعمیر پر رکاوٹ کے سلسلہ میں بھی دی جاسکتی ہے۔ ایک سیکولر سوسائٹی کو یہ قطعاً زیب نہیں دیتا کہ وہ فرد پر یہ حکم نافذ کرے کہ وہ اپنا مذہب اور تہذیب کو ترک کردے۔ خدا کا شکر ہے کہ حال ہی میں حکومت جرمنی نے اس حکم کا اطلاق مسلمانوں اور یہودیوں پر نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

احکام اسلام میں دنیوی واخروی فوائد

اسلام دین فطرت ہے اس کے احکام وقوانین کو اپنی زندگیوں میں لانے والا دنیا وآخرت میں خیر وبھلائی حاصل کرے گا، ختنہ شعائر اسلام میں سے ہے عرب میں عورتوں میں بھی ختنہ کا رواج تھا بچیوں کا ختنہ کیا جاتا تھا آج کل بچیوں کا ختنہ تو نہیں البتہ لڑکوں کے ختنہ کا رواج سو فیصد ہے جس سے ایک اہم سنت کی ادائیگی ہوتی ہے بلکہ شعائر اسلام میں سے ہے ہر ایک مسلمان اپنے لڑکے کا ختنہ ضرور کرتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ کے دادا عبد المطلب نے ختنہ کیا اور قریش کی دعوت کی اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام مختون ہی پیدا ہوئے تھے۔ اسلام کے جتنے بھی احکام ہیں ہر ایک کے اندر دنیوی فائدہ بھی ہے اور اخروی فائدہ بھی مثلاً نماز جو اسلام کا دوسرا بنیادی رکن ہے اس کے اندر اخروی فوائد جو ہیں وہ تو ہیں ہی مگر دنیوی فوائد بھی ہیں کہ نمازی آدمی کی صحت وتندرستی بھی رہتی

ہے، اس کو بیماریاں دوسروں کے مقابلہ میں کم ہی ہوتی ہے اس لئے جب انسان پانچ وقت کی نماز پڑھے گا تو اس کی جسمانی ورزش بھی ہوگی نشاط اور چستی بھی رہے گی۔ یہی حال روزے کا ہے جس کے بیشمار فوائد ہیں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ میں ہی اس کا اجر ہوں یعنی اور عبادتوں کا ثواب بندوں کے ذریعہ دیا جاتا ہے مگر روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا بدلہ عطا فرمائیں گے اور دنیوی فوائد بھی بہت ہیں سال بھر معدہ کو تین وقت پُر کیا جاتا ہے اب ایک مہینہ جب اس کو خالی رکھا جائے گا تو جسم کے دیگر اعضاء کو بھی فرصت ملے گی اور اطباء وحکماء یہ فرماتے ہیں کہ روزہ رکھنا انسانی جسم کی صحت وتندرستی کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ یہی حال ختنہ کا بھی ہے کہ جہاں ایک اہم سنت کی ادائیگی ہوتی ہے اور اس پر اللہ کی طرف سے ثواب ملتا ہے اسی طرح بہت سے موذی امراض سے نجات بھی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم ﷺ کی ہر ہر سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

مسلمان کے اخلاق

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْٓا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

سامعین باوقار مشفق ومہربان عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! سورہ حجرات کی ایک آیت پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وزن سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو بلاشبہ تم میں سب سے زیادہ باعزت اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور بڑی خبر

رکھنے والے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو آدم مٹی سے بنے تھے لہٰذا تم میں کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر اور کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کی وجہ سے یعنی جس کے اندر جتنا اللہ کا خوف ہوگا وہ اتنا ہی اللہ کے نزدیک باعزت ہوگا انسان ہونے میں تو سب لوگ برابر ہیں خواہ دنیا کے کسی گوشہ اور کونے میں زندگی گذارتے ہو۔ اسلام کی تعلیم کتنی اعلیٰ ہے اور کس طرح اس نے اونچ نیچ کے فرق وامتیاز کو مٹا دیا اور اسکے ساتھ ساتھ اچھا اور عمدہ اخلا پیش کرنے کی تلقین اور تاکید بھی کی ایک حدیث میں فرمایا گیا: اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عَيَالِهٖ. ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے لہٰذا اللہ کو اپنی ساری مخلوق میں زیادہ محبت ان بندوں سے ہے جو اس کی عیال کے ساتھ احسان کریں۔ جس طرح آدمی اپنے بچوں کی کفالت کرتا ہے اسی طرح ساری مخلوق کی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کفالت کرتے ہیں اگر کوئی ان مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتے ہیں۔

اسلامی اخلاق اپنانے سے ایک مسلم میں جو اوصاف پیدا ہوتے ہیں ان کا ذکر امام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'احیاء علوم الدین اور دیگر علماء دین نے کیا ہے۔ ان کو مختصر طور پر بیان کرتا ہوں۔

- حقوق ادا کرنا (حقوق اللہ وحقوق العباد)
- صلہ رحمی کرنا
- دوسروں کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنی پسند ہو۔
- مہمان نوازی کرنا۔
- کمزوروں، ضعیفوں سے بھلائی کا برتاؤ کرنا
- تییموں اور بیواؤں کی دیکھ بھال اور مدد کرنا

- خیر کے علاوہ کچھ اور نہ زبان سے نکالنا
- لعنت اور بد کلامی نہ کرنا
- زبان کا سچا، وعدے کا پکا اور امانت دار ہونا
- بات کم اور عمل زیادہ کرنا
- صبر اور شکر کرنا
- فضول خرچی سے بچنا
- بخیل اور حاسد نہ ہونا
- دھوکہ نہ دینا
- عفو و درگزر اور شفقت کا رویہ رکھنا
- رفیق اور حلیم ہونا
- ہشاش اور بشاش ہونا
- احسان کی روش کو اپنانا
- کسی کو ایذا نہ دینا
- حیادار ہونا
- عدل و انصاف کرنا
- نیکی کا حکم دینا، برائیوں سے روکنا

یہ وہ خوبیاں ہیں جن کے بغیر ایک مسلمان، دنیا و آخرت میں کامیاب نہیں ہوسکتا، اوران اقدار کے بغیر نہ ہی اسلامی معاشرہ کا قیام ممکن ہے۔

آج ہمیں دنیا کی خوش حالی، عزت اور سرفرازی کی تمنا ہے تو اس کیلئے اسلامی اخلاقیات کو قائم کرنا ضروری ہے اور اس میں اخروی کامیابی کا راز پنہاں ہے۔

یہی سبب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی کثرت سے دعاؤں میں ایک عظیم اور نافع دعا یہ بھی ہوا کرتی ”اے میرے اللہ! میرے اخلاق کو اچھا فرمادے جیسا کہ میری تخلیق بہت اچھی فرمائی ہے“۔

غیروں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرے

یہ بائیس اخلاق پیش کئے گئے۔ ہر ایک مسلمان کے اندر یہ اخلاق ہونے چاہئے۔ حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔ حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ کبھی کسی کو تکلیف نہ پہونچائے اور ہر ایک کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے خواہ اپنا ہو یا غیر ہمارے پیغمبر ﷺ تو دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک یہودی آرہا تھا آپ علیہ السلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ ایسا ویسا ہے یعنی اس کے کچھ عیوب بیان فرمائے، لیکن جب قریب آیا تو بڑے تپاک سے ملے اور اچھے اخلاق سے پیش آئے تو آپ اسکے تعلق سے اس طرح فرمارہے تھے اور جب قریب آیا تو اچھے اخلاق سے پیش آئے اس کی کیا وجہ؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا یا عائشہ بڑا برا ہے وہ آدمی جسکے اخلاق کی وجہ سے لوگ دور بھاگیں۔ ان احادیث کی روشنی میں ہمارے سامنے یہ بات کھل کر آتی ہے کہ حسن خلق کو اپنائیں ترش روئی اچھی عادت نہیں۔ اخلاق کی وجہ سے لوگ بہت متاثر ہوتے ہیں اگر اچھے اخلاق پیدا کریں گے تو ہم سے لوگ قریب ہوں گے اور برے اخلاق ہوں گے تو لوگ کنارہ کش ہو جائیں گے کسی شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے:

ظالم سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کبھی بھی
مارا بھی تو اخلاق کی تلوار سے مارا

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ☆

بارش اور بادل
قرآن کریم کی روشنی میں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اَللّٰہُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَاباً فَیَبْسُطُہٗ فِیْ السَّمَآءِ کَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُہٗ کِسَفاً فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہٖ فَاِذَآ اَصَابَ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، مشفق ومہربان معلمات! میں نے قرآن کریم کی جو آیت پڑھی ہے اس میں فرمایا گیا کہ اللہ ایسا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلاتا ہے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تم مینھ کو دیکھتے ہو کہ اس میں سے پانی نکلتا ہے پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہو نچا دیتا ہے تو بس وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں۔

پروفیسر شہزاد الحسن لکھتے ہیں کہ جس علاقے میں بارش ہوتی ہے اس میں زمین پر موجود ندی نالے بھر جاتے ہیں اور اپنی ڈھلان کی وجہ سے اور پانی کی وافر مقدار کے باعث اس کو لے کر چلتے ہیں اور میلوں سفر کر کے یہ پانی دریا میں ڈالتے ہیں۔ پھر یہ دریا اسے مزید دور لے جا کر سمندر میں لا ڈالتے ہیں۔ بارش کے شفاف اور پاک پانی میں اس سفر کے دوران غیر حل شدہ چیزیں، یعنی کوڑا کرکٹ، مٹی، پتھر شامل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حل شدہ چیزیں نمکیات اور دوسرے کیمیاوی اجزاء بھی شامل ہو جاتے ہیں: ''آسمان سے پانی برسایا اور ہر ندی نالہ اپنے ظرف کے مطابق اسے لے کر چل نکلا''۔ (الرعد:۱۳:۱۷)

پھر یہی اللہ کا برسایا ہوا بارش کا پانی زمین کے اندر بہت نیچے تک نہ صرف یہ کہ جذب ہوتا ہے بلکہ زمین کے اندر سوتوں اور دریاؤں کی شکل میں رہتا ہے اور کہیں کہیں چشموں اور جھیلوں کی صورت میں زمین کی سطح پر پھوٹ نکلتا ہے، ان سے انسان کو میٹھا اور شفاف پانی میسر آتا ہے، کنویں کھود کر بھی انسان یہ پانی حاصل کرتا ہے۔ بعض جگہ سمندر سے بھی پانی جذب ہو کر زمین کے اندر ہی اندر دور دور تک جاتا ہے اور شفاف اور میٹھے چشمے کی صورت میں کسی جگہ بھی نکل آتا ہے۔ خیال ہے کہ آب زم زم کا چشمہ بھی بحیرۂ عرب سے آیا ہوا چشمہ ہے۔ ''کیا تم دیکھتے نہیں ہو اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کو ستوں اور دریاؤں کی شکل میں زمین کے اندر جاری کر دیا''۔ (الزمر:۳۹:۲۱)

بارش اور سیلاب

ندی نالوں اور دریاؤں میں بہنے والا یہ پانی جب زیادہ بارش کے باعث بڑی مقدار میں آن پہنچتا ہے تو ان میں سما نہیں پاتا اور ان کے کناروں کو عبور کر کے،

یا اپنے بہنے کی قوت سے کناروں کو توڑ کر اطراف میں تیز رفتاری سے بہہ نکلتا ہے اور انسانی آبادی اور جو چیز بھی اس کے راستے میں آجاتی ہے ان کو اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے۔ انسان کے تعمیر کئے ہوئے بڑے بڑے ڈیم بھی اس کی نذر ہو جاتے ہیں۔ بند توڑ سیلاب ہو یا دریاؤں کے پشتے توڑ سیلاب، سب اللہ کے حکم سے آتا ہے اور یہ ایک طرح کا اللہ کا عذاب ہے۔

پانی کے دو ذخیرے

اللہ رب العزت نے پانی کے دو ذخیرے پیدا فرمائے ہیں: ایک میٹھا اور دوسرا تلخ اور کھاری، کھاری پانی کا ذخیرہ سمندروں کی شکل میں بہت بڑا ہے۔ کرۂ ارض پر زمین کی حد بندیاں اللہ نے کچھ اس طرح کی ہیں: کھاری اور میٹھے پانی کے ذخائر علیحدہ علیحدہ ہیں اور ملنے نہیں پاتے، لیکن یہ اللہ کی قدرت ہے کہ اس نے سمندر یعنی کھاری پانی کے اندر میٹھے پانی کے دریا کچھ اس طرح بہائے ہیں کہ یہ دونوں آپس میں گڈمڈ نہیں ہوتے، مکمل طور پر علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں۔ ان کے درمیان اللہ نے پردہ حائل کیا ہوا ہے، سولہویں صدی عیسوی میں ترک امیر البحر نے اپنی کتاب مراۃ الممالک میں خلیج فارس کے اندر ایسے مقام کی نشان دہی کی ہے اور لکھا ہے کہ وہاں آب شور کے نیچے آب شیریں کے چشمے ہیں جن سے وہ خود اپنے بحری بیڑے کے لئے پانی حاصل کرتا تھا۔ بحرین کے قریب سمندر کی تہہ میں اس قسم کے بہت سے چشمے کھلے ہوئے ہیں جن سے لوگ میٹھا پانی حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح جبرالٹر کا نیم گہرا علاقہ بحر اٹلانٹک کے پانی اور میڈی ٹرے نین سمندر کے پانیوں کو آزادانہ گڈمڈ ہونے سے روکتا ہے۔ یہ صورت حال واضح طور پر مراکش اور اسپین کے علاقے میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اللہ کی شان کہ ایک فرانسیسی ماہر بحریات

جیکو یاوس کاسٹیو (Jaeques Yues Costeau) نے جب اس کا مشاہدہ کیا اور قرآن حکیم آیات (الرحمٰن ۵۵: ۱۹-۲۴) اس کے سامنے آئیں تو اس نے بلا تکلف اللہ رب العزت کی بڑائی کا اعلان کیا اور مسلمان ہو گیا۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ آخری اور سچا کلام ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے اوپر ۲۳ سال کے عرصہ میں موقع اور ضرورت کے لحاظ سے نازل ہوا جس طرح جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے لے کر آئے تھے اسی طرح بلا کسی حرف کے کمی بیشی کے بغیر بغیر جوں کا توں آج تک محفوظ چلا آرہا ہے اور قیامت تک ایسے ہی رہے گا اس لئے کہ خود رب العالمین نے اس کے حفاظت کی ذمہ داری لی اس میں بیان کی ہوئی باتیں بالکل سچی اور واقع کے مطابق ہیں اس کو جو بھی تعصب کی عینک نکال کر پڑھے تو متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے سائنس داں جب قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو مشرف باسلام ہو جاتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اسلام کا بول بالا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

خدارا دوسروں کا نہیں، اپنا محاسبہ کیجئے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

محترمہ صدر معلّمہ، مشفق ومہربان معلمات! ہم کو دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی فکر ہونی چاہئے اوراس کے لئے اپنے شب وروز کے کاموں پر نظر رکھنی چاہئے کہ ہم نے کیا اچھا کام کیا اور کیا فضول کیا یعنی نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے فضول اور برے کام ہوئے ہوں تو اس پر ندامت ہونے کے ساتھ مستقبل میں نہ کرنے کا عہد کرنا چاہئے اور جو کچھ نیک کام ہوئے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہئے۔ اگر ہم اپنی زندگی کا معمول بنالیں اور ہر رات سوتے وقت اعمال کا محاسبہ کرلیا کریں تو نظر میں کوئی برا نہیں رہے گا مگر مشکل تو یہ ہے کہ اپنے آپ کا محاسبہ کرنے کے

بجائے اور اپنے اعمال وکردار پر نظر رکھنے کے بجائے دوسروں کے عیوب کو تلاش کیا جاتا ہے اور اپنے عیوب پر پردہ ڈالدیا جاتا ہے یا اس پر نظر ہی نہیں جاتی۔

حضرت مولانا ابوالبیان حماد مدظلہ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ ہر آدمی کے لئے یہ معاملہ آسان ہے کہ وہ دوسروں کا محاسبہ کرے، لیکن سب سے زیادہ مشکل اگر کوئی معاملہ ہے تو وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرنا ہے، جبکہ دنیا میں سکون واطمینان اور کامیابی وکامرانی کے لئے اپنے نفس کا محاسبہ بہت ضروری ہے۔ محاسبۂ نفس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر تقویٰ کا ذکر آیا ہے، لیکن سورہ حشر میں محاسبہ نفس کے ذکر سے پہلے بھی اور بعد بھی تقویٰ کا ذکر یہ بتانے کے لئے کیا گیا ہے کہ محاسبہ نفس کے لئے جہاں بہت سے امور مطلوب ہیں وہیں سب سے زیادہ ضرورت تقویٰ ہی کی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. (الحشر:۱۸) ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ہر نفس کو ہر وقت دیکھتے رہنا اور محاسبہ کرتے رہنا چاہئے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں سے باخبر ہے جو تم کررہے ہو۔''

اس آیت میں محاسبۂ نفس سے پہلے اور بعد میں تقویٰ کی جو تکرار ہے وہ یہ واضح کرنے کے لئے ہے کہ حصول تقویٰ کے بغیر محاسبہ نفس کا دشوار مرحلہ طے نہیں ہوسکتا۔ آیت میں محاسبۂ نفس کے لئے لفظ ''لغد'' جو استعمال کیا گیا وہ خود اپنے اندر بڑی گہرائی اور گیرائی رکھتا ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل تینوں زمانوں میں سے ہر انسان کے قبضے اور اختیار میں ماضی بھی نہیں ہے اور مستقبل بھی نہیں ہے۔ اگر ہے تو وہ صرف ''الیوم'' یعنی حال ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہ بتانا

چاہتا ہے کہ ولادت سے لے کر موت تک حیات مستعار کی پوری مدت ''الیوم'' یعنی آج ہے۔ آج کے بعد جو ''غد'' یعنی کل ہے وہ آخرت ہے، لہٰذا انسان کو آج ہی اس بات کی مہلت حاصل ہے کہ اگر وہ دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے تو محاسبۂ نفس کر کے اس کا معیار مطلوب نفس مطمئنہ حاصل کرے۔

محاسبۂ نفس کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ دن میں کم از کم ستر مرتبہ میں استغفار کرتا ہوں بعض روایتوں میں سو مرتبہ استغفار کا ذکر بھی آیا ہے۔

محاسبۂ نفس ہی کے تعلق سے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں کسی کو بھی اس طرح سوچنا نہیں چاہئے کہ رحمت الٰہی کی دستگیری کے بغیر اس کا عمل اسے جنت میں داخل کرے گا۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا: آپ اے اللہ کے رسول ﷺ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔

اللہ گرفت کرنے پر آئیں تو کوئی بچ نہیں سکتا

اگر اللہ تعالیٰ حساب لینے پر آئیں تو کون حساب دے سکتا ہر وقت بندے کو اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کا سوال کرنا چاہئے نہ کہ عدل وانصاف کا اس لئے بندہ تو ہر وقت اللہ کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو رہا ہے تو کون کون سی نعمتوں کا حساب دے گا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا. اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔ کوئی سکنڈ ایسا نہیں جاتا جس میں ہم اللہ کی نعمتیں حاصل نہ کر رہے ہوں اور پھر بھی اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ معاف فرماتے ہیں فوراً پکڑ نہیں فرماتے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتے ہیں۔ وَاللّٰهُ مَعَكُمَا اَيْنَمَا كُنْتُمْ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی رہو ایک اور

موقع پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی گرفت فرمائیں ان کے گناہوں کی وجہ سے تو زمین پر کسی چلنے والے کو نہ چھوڑیں گے لیکن ان کو ایک وقت مقررہ تک کے لئے مہلت دیتا ہے۔ یہ اللہ کا بہت بڑا فضل وکرم اور احسان ہے بندوں پر کہ ان کی خطائیں معاف کرتا ہے ان کو گناہ کرتا ہوا دیکھتا ہے مگر پھر بھی درگذر کرتا ہے ہم بندوں پر لازم ہے کہ اللہ کے حکم اور نبی ﷺ کے فرمان کی اتباع وپیروی کریں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

اعمال میں اعتدال ہی اسلام کی روح ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

مشفق ومہربان معلمات، ماؤں اور بہنو!

انسان جو بھی نیک کام کرے اس کو مستقل کرے ایسا نہیں کہ چند دن کر کے پھر چھوڑ دے اسی لئے تھوڑا عمل کرے مگر برابر کرے استقامت عظیم خوبی ہے ایک صحابی خدمت نبوی ﷺ میں تشریف لاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی جامع نصیحت فرمادیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ تم کہو کہ میں ایمان لایا اللہ پر اور اس پر ثابت قدم رہو پھر یہ بھی جاننا چاہئے کہ نیک کام کوئی بھی ہو استمرار ودوام کے ساتھ ہونا چاہئے۔

مولانا حفظ الرحمٰن اعظمی عمری فرماتے ہیں کہ جمعہ کا دن خیر وبرکت کا دن ہے، نماز جمعہ کے لئے صحیح حدیث کا حکم ہے کہ جو شخص جس قدر پہلے جائے گا اس کا ثواب اسی حساب سے ہوگا۔ لیکن آپ خدمت خلق یا مخلوق کی نفع رسانی کے کام سے وابستہ ہوں۔ اگرچہ کہ کاروبار ہی سہی، تو اذان جمعہ تک اپنے کام میں مصروف رہیں گے اذان کے بعد کاروبار بند کرکے دوڑتے ہوئے مسجد پہنچیں گے اور سلام پھیرنے کے بعد دوسرے لوگ جہاں اذکار وظائف میں بیٹھے رہیں گے، یہ مصروف لوگ فوراً باہر نکل کر چلتے چلتے تسبیح وتحلیل اور ذکر واذکار انجام دیں گے۔ سورۃ الجمعۃ کے دوسرے رکوع کی آیات سامنے رکھ کر اتنی بڑی بات کہنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ سورۃ مزمل میں صلوٰۃ اللیل کی طویل رکعت اور طویل قراءت کی اہمیت پر بہت زور دینے کے بعد مریض، مجاہد اور روزگار کے متلاشیوں کو مختصر ترین قراءت پر اکتفا کرنے کا حکم دیا گیا، جہاد کے لئے ایک ایک مجاہد کی تلاش تھی، مگر آگے بڑھ کر آئے ہوئے ایک مجاہد کو یہ کہہ کر واپس کردیا کہ تمہاری ماں تمہاری خدمت کی زیادہ محتاج ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ترجیحات دین میں لگے بندھے اصول اور احکام وقرائن سے قطع نظر وقت اور ضرورت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا کبھی کبھی بہت اہم ہوجاتا ہے۔ بخاری کی حدیث ہے، اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، پڑوسی دو ہیں، (چیز کم ہے) کس کو دوں؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ: ''جس کا دروازہ تمہارے گھر سے قریب ہے''۔ یہی حکم سب پر لازم ہے لیکن ہم یہ دیکھیں کہ نزدیک کا پڑوسی خوش حال ہے اور دور والا مفلوک الحال اور فاقہ زدہ ہے تو اسے ترجیح دینا کسی بھی طور پر حدیث کی مخالفت نہیں کہلائے گی۔ یہی اسلامی تعلیم کی روح اور حقیقت ہے، لیکن موجودہ دور میں ہم اکثر معاملوں میں اس کے برعکس کرتے ہیں اور امت زبوں حالی کے دلدل میں پھنستی جارہی ہے، مثالیں لاتعداد ہیں، لیکن میں صرف امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے

سے ایک ہی چشم کشا مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ پانچویں صدی ہی میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا بات کہہ دی، ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں۔

’’ان دولت مندوں میں بہت سے لوگوں کو حج پر روپیہ صرف کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے اور وہ بار بار حج کرتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے پڑوسیوں کو بھوکا چھوڑ دیتے ہیں اور حج کرنے چلے جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحیح فرمایا ہے کہ: ’’اخیر زمانے میں بلاضرورت حج کرنے والوں کی کثرت ہوگی، سفر ان کو بہت آسان معلوم ہوگا، روپیہ کی ان کے پاس کمی نہ ہوگی، وہ حج سے محروم وتہی دست واپس آئیں گے، وہ خود ریتوں اور چٹیل میدانوں کے درمیان سفر کرتے ہوں گے اور ان کا ہم سایہ ان کے پہلو میں گرفتارِ بلا ہوگا، اس کے ساتھ کوئی حسن سلوک اور غم خواری نہیں کریں گے۔ ابونصر تمار کہتے ہیں کہ ایک شخص بشر بن الحارث کے پاس آیا اور کہا کہ میرا قصد (نفل) حج کا ہے۔ آپ کا کچھ کام ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تم نے خرچ کے لئے کیا رکھا ہے؟ اس نے کہا: دو ہزار درہم، بشر نے کہا کہ تمہارا حج سے مقصد کیا ہے؟ اظہار زہد، یا شوق کعبہ، یا طلب رضا؟ اس نے کہا: طلب رضا، انہوں نے فرمایا: کہ اچھا اگر میں تمہیں ایسی تدبیر بتلا دوں کہ تم گھر بیٹھے اللہ کی رضا حاصل کرلو اور تم یہ دو ہزار درہم خرچ کردو، اور تم کو یقین ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہوگئی تو کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟ اس نے کہا: بخوشی۔

فرمایا کہ اچھا پھر جاؤ، اس مال کو ایسے دس آدمیوں کو دے آؤ جو مقروض ہیں، وہ اس سے اپنا قرض ادا کردیں، فقیر اپنی حالت درست کرے، صاحب عیال اپنے بال بچوں کا سامان کرے..... اس نے کہا کہ شیخ! سچی بات یہ ہے کہ سفر کا رجحان غالب ہے، بشر سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ: ’’مال جب گندہ اور مشتبہ ہوتا ہے تو نفس تقاضا کرتا ہے کہ اس سے اس کی خواہش پوری کی جائے اور وہ اس وقت اعمال

صالحہ کو سامنے لاتا ہے، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے عہد فرمایا ہے کہ صرف متقین کے عمل کو قبول فرمائے گا‘‘۔ (احیاء العلوم، جلد۳، ص:۳۵۱، بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت: ۱/۱۶۴تا۱۶۵)

’’بشر سے کسی نے کہا کہ فلاں دولت مند کثرت سے روزہ رکھتا ہے اور نمازیں پڑھتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ بے چارہ اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کے کام میں مشغول ہے۔ اس کے مناسب حال تو یہ تھا کہ بھوکوں کو کھلاتا، مساکین پر خرچ کرتا، یہ اس سے افضل تھا کہ اپنے نفس کو بھوکا رکھتا ہے اور اپنے لئے (نفل) نمازیں پڑھتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دنیا بھی سمیٹنے میں مشغول ہے اور فقیر کو محروم رکھتا ہے‘‘۔

(احیاء العلوم، جلد۳، ص:۳۵۲، بحوالہ تاریخ دعوت عزیمت: ۱/۱۶۵)

اسلام میں رہبانیت نہیں

صرف اپنی ہی فکر نہیں رکھنا بلکہ دوسروں کی فکر بھی کرنا، ان کی ضروریات کو پورا کرنا، ان کے دکھ درد اور خوشی وغمی میں ہاتھ بٹانا، اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ عیسائیوں میں یہ رواج تھا کہ اپنی بیوی بچوں کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا کر رات دن عبادت کیا کرتے اور اسی طرح زندگی گذار دیتے، مگر مذہب اسلام نے اس کو پسند نہ کیا بلکہ لوگوں کے درمیان رہو اللہ کے حقوق کو بھی پہچانو اور لوگوں کے حقوق کو بھی جانو اسی لئے پڑوسیوں کے بڑے حقوق بیان کئے گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ پڑوسیوں کو وارث بنادیا جائے گا بہرحال معاشرتی زندگی گذارنی چاہئے لوگوں کے درمیان رہنا چاہئے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

قساوتِ قلب
ایمان نہ ہونے کی علامت ہے

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَھِیَ کَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْہُ الْاَنْھَارُ وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْہُ الْمَآءَ وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَھْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات! میری تقریر کا موضوع ہے ”قساوت قلب ایمان نہ ہونے کی علامت ہے“ اس عنوان سے کچھ باتیں قرآن وحدیث کی روشنی میں عرض کرنا چاہتی ہوں۔ قرآن کریم میں سخت دل اور رحم دل دونوں کا تذکرہ آیا ہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ. (الحشر:۲۱) ”اگر ہم اس قرآن کو کسی

پہاڑ پر اتارتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے جھک گیا ہے اور پھٹ پڑا ہے۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کیلئے اس لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور وفکر کریں۔

مطلب یہ کہ پہاڑ کو انسان کی طرح عقل وخرد ہوتی، اسے آزادی فکر وعمل سے نوازا جاتا، قرآن کے احکام کا مکلّف بنایا جاتا اور اس کے انجام نیک وبد سے آگاہ کیا جاتا تو اس کی بلندی ختم ہوجاتی، وہ خوف سے جھک جاتا اور پارہ پارہ ہوجاتا، لیکن یہی قرآن انسان سے خطاب کررہا ہے اور وہ اس سے اثر نہیں قبول کررہا ہے اس کی قساوت نہیں جاتی۔ اس میں غور وفکر کا بڑا سامان ہے۔

یہود کی قساوت قلب کا قرآن میں مختلف مواقع پر ذکر ہے اور وہ اسباب بھی بیان کردیئے گئے ہیں جن سے یہ قساوت پیدا ہوتی ہے ایک جگہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کے لئے تمہارے اندر آمادگی نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گائے ذبح کرنے کے لئے کہا تو تم نے طرح طرح کے سوالات شروع کردیئے۔ اللہ تعالیٰ نے مردے کو زندہ کرکے تمہارے سامنے اپنی قدرت کا مظاہرہ کیا، تاکہ تمہارے اندر زندگی بعد موت پر یقین پیدا ہو، لیکن اس کے باوجود تمہیں ایمان کی دولت نصیب نہ ہوئی اور تمہارے دل سخت سے سخت تر ہوتے چلے گئے۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَھِیَ کَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْہُ الْاَنْھَارُ وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْہُ الْمَآءَ وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَھْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (البقرہ:۷۴)

”پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے، وہ پتھر کے مانند ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت، بعض پتھر تو وہ ہیں جن سے نہریں بہتی ہیں اور بعض وہ ہیں جو شق ہوجاتے ہیں اور ان سے پانی نکلنے لگتا ہے اور بعض وہ ہیں جو اللہ کی خشیت سے گر پڑتے ہیں اور جو کچھ تم کررہے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے“۔

یہاں تین قسم کے پتھروں کا ذکر ہے ایک پتھر وہ ہیں جن سے نہریں جاری ہوتی ہیں اور دنیا ان سے سیراب ہوتی ہے۔ بعض پتھروں سے تھوڑا بہت پانی نکلتا ہے اور اس سے اسی قدر فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ بعض پتھروں میں اللہ کا خوف ہوتا ہے اس کی وجہ سے وہ گر پڑتے ہیں۔

اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تم اپنی افادیت کھو چکے ہو۔ تم سے کسی بڑے فائدے کی کیا توقع کی جائے، یعنی تم سے ذرا بھی فائدہ نہیں پہونچ رہا ہے۔ بلکہ تمہارے دل اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت سے بھی خالی ہو چکے ہیں۔ ایسے دل رکھنے والے لوگوں کے قلوب تیسری قسم کے پتھر ہیں۔

سخت دل کا علاج

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لاَ تُنْزَعُ الرَّحْمَةِ اِلَّامِنْ شَقِیَ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوالقاسم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ارشاد فرماتے تھے کہ نہیں نکالا جاتا رحمت کا مادہ مگر بدبخت کے دل سے سخت دل اور بد بخت آدمی اللہ کو پسند نہیں رحمدلی اللہ کی بڑی نعمت ہے بے رحمی اور سخت دلی دخول جہنم کا ذریعہ بنتی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُخِلَتْ اِمْرَأَةً النَّارَ فِیْ هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمُهَا وَلَمْ تَدْعُهَا تَاكُلُ مِنْ خِشَاسِ الْاَرْضِ. (بخاری ومسلم) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک بے درد اور بے رحم عورت اس لئے جہنم میں گرائی گئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کے بھوکا مار ڈالا نہ تو اسے خود

کھانے کو دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑوں مکوڑوں سے اپنی غذا حاصل کرلیتی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قساوت قلبی کی شکایت کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ** کہ کفار کے مقابلہ میں بڑے سخت تھے اور آپس میں بڑے رحم دل تھے۔ اللہ سے دعا کریں کہ ہمارے دلوں کو بھی نرم فرمادے۔ سختی اور بے رحمی سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے میں عام چیزیں ہوتی تھیں

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! جیسے جیسے دور نبوت سے بعد ہوتا جارہا ہے لوگوں کے اخلاق وعادات اور مزاج میں ردوبدل بھی ہوتا جارہا ہے۔ اورلوگ دین سے دور ہوتے جارہے ہیں دنیا کی رغبت ومحبت دن بدن بڑھتی جارہی ہے آپسی محبت دشمنیوں میں تبدیل ہورہی ہے، خیر خواہی اور ہمدردی عنقاء ہوتی جارہی ہے، ہر ایک زیادہ سے زیادہ دنیا اکٹھا کرنے میں لگا ہوا ہے، ضرورت سے زائد مال ودولت ہر کسی کی دلی خواہش ہے اس کے بعد لباس وطعام میں بھی ہر کوئی نمایاں مقام چاہتا ہے اچھا سے اچھا کپڑا ہو اچھے سے اچھے بنگلے ہوں، گاڑیاں

ہوں، بہتر اور عمدہ لذیذ کھانے ہوں، جب کہ اصلی زندگی تو آخرت کی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی وہاں کی تیاری کرنی چاہیئے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روکھا سوکھا کھانے اور موٹا جھوٹا پہننے کا ہی شوق تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو شخص صبح کے وقت سات عجوہ کھجور کھائے اسے اس دن زہر اور جادو نقصان نہیں پہنچائے گا''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۴۴۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں اس گھر والے بھوکے ہیں، اے عائشہ رضی اللہ عنہا! جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں اس گھر والے بھوکے ہیں۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۰۴۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت میں دو سے زیادہ کھانے تناول کرنا شامل ہی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے ایک دن میں دو کھانے نہیں کھائے مگر ان دو کھانوں میں ایک کھانا کھجور ہوا کرتے تھے''۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۴۵۵)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں اشارہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے دن میں ایک کھانا ہی پایا ہو اور اگر دو کھانے ملتے تو ان میں ایک کھجور کا کھانا ہوتا''۔ (فتح الباری: ۱۱/۲۹۲)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! ہم ایک چاند دیکھ لیتے، پھر دوسرے ماہ کا چاند دیکھ لیتے، پھر تیسرے ماہ کے آغاز میں تیسرا چاند بھی دیکھ لیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر چولہا نہ جلتا تھا۔ میں نے عرض کیا: خالہ جان! تو پھر آپ کی خوراک اور گزارا کس چیز پر ہوتا تھا؟ تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: دو سیاہ چیزوں پر، یعنی کھجور اور

پانی، لیکن یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے انصار پڑوسی دودھ تحفہ دیتے تو ہم نوش کرلیا کرتے تھے۔ (بخاری، حدیث نمبر:۲۰۶۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سرکہ بہت اچھا سالن ہے، سرکہ بہت اچھا سالن ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:۲۰۵۱)

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’زیتون کا تیل کھاؤ اور اسے اپنے جسم پر ملو، کیوں کہ یہ بابرکت درخت سے ہے‘‘۔

(سنن ترمذی، حدیث نمبر:۱۸۵۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی آل اور گھر والوں نے مسلسل دو دن تک سیر ہو کر جو کی روٹی نہیں کھائی، حتی کہ رسول کریم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:۲۹۷۰)

دودھ تو رسول اکرم ﷺ اکثر استعمال کرتے تھے، اور یہ فطرت میں سے ہے، جسے رسول اکرم ﷺ نے معراج کے موقع پر اختیار کیا تھا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:....تو میں نے وہ پیالہ پکڑ لیا جس میں دودھ تھا اور اسے پی لیا، تو مجھ سے کہا گیا کہ آپ نے اور آپ کی امت نے فطرت کو پالیا۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول کریم ﷺ میٹھا اور شہد پسند فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:۵۴۳۱)

محبت خداوندی کیلئے اتباع نبوی ﷺ شرط ہے

ہم سب چونکہ حضور نبی کریم ﷺ کے امتی ہیں اس لئے ہم کو آپ علیہ السلام کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ. اے نبی آپ لوگوں سے

فرمادیجئے اگر تم اللہ سے محبت کے دعویدار ہو تو میری اتباع و پیروی ہر ہر عمل میں کرنی چاہئے۔ البتہ جو عمل آپ ہی کے لئے خاص ہے تو وہ الگ بات ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عمل کر کے اور برت کر دیکھادیا اور اتباع سنت کا وہ نمونہ پیش کردیا کہ قیامت تک اس جیسی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ آپ ﷺ کے ایک ایک عمل پر مرمٹنے کے لئے تیار تھے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ کا مژدہ جانفزا سنایا ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ کی نظر میں سرخرو ہونا چاہتے تو رسول اکرم ﷺ کی اتباع و پیروی میں ہی زندگی گذاریں اس لئے اسلام نے کوئی پہلو نہیں چھوڑا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

حصولِ علم کیلئے اسلاف کی قربانیاں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً فَلَوْلَا نَفَرَمِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

سامعین باوقار، محترمہ صدر معلّمہ، ماؤں اور بہنو! علم بڑی قربانیوں کے بعد حاصل ہوتا ہے جب علم کے لئے آدمی اپنا سب کچھ قربان کر دیتا ہے تب جا کے علم کا کچھ حصہ ملتا ہے۔ اکابر واسلاف نے حصول علم کی خاطر جو قربانیاں پیش کی ہیں اور جو محنتیں اٹھائی ہیں کئی کئی روز فاقہ پر فاقہ برداشت کر کے علوم نبوت کو اپنے سینوں میں بسایا اور آنے والی نسلوں کو وہ امانت سپرد کی وہ اس کے لئے بڑے مبارکباد کے مستحق ہیں اور کتنے ہی خوش نصیب ہیں کہ آج انہیں کے علمی کارنامے سے دنیا فیض یاب ہو رہی ہے اور ان کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جا رہی ہیں۔ اس وقت میں

آپ کے سامنے چند اکابر کے قصہ سنا رہی ہوں جس سے پتہ چلے گا کہ کس طرح انہوں نے عظیم الشان قربانیاں پیش کیں۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر سے نکلا تو میں نے تیس برس علم حاصل کرنے میں لگائے، اس حال میں کہ میرے پاس بستر نہیں ہوتا تھا، اور میں سردی سے بچنے کے لئے صف میں سوتا تھا اس صف کے ایک کنارے پر لیٹ کر پکڑ لیتا اور گھومنا شروع ہو جاتا تھا، تو صف میں لیٹ جاتا تھا، تو میرے جسم کو سردی ذرا کم لگتی تھی، گو سر پاؤں کو لگ رہی ہوتی تھی، اس طرح میں رات گزارا کرتا تھا، اگر ہم طلب علم کی مثالیں دیکھیں تو دین اسلام میں علم کو طلب کرنے کے لئے نوجوان بچوں نے جو قربانیاں دیں، ایسی تاریخ دنیا میں کہیں نظر نہیں آتی، چنانچہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو حاکم وقت نے قید کر لیا۔

تیسرا دن ہوا، ایک نوجوان حاکم وقت کے دفتر میں آیا، آنکھوں میں آنسو تھے، اس کو دیکھ کر حیرت ہوئی، چہرے پر تقویٰ تھا، چہرے پر نورانیت تھی، معصومیت تھی، تو سب لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ نوجوان جو فریاد لے کے آئے اس کو پورا کر لینا چاہئے، تو حاکم وقت نے پوچھا، نوجوان تمہارے چہرے پر اتنی معصومیت ہے، رو کیوں رہے ہو؟ معصوم نے کہا میں ایک فریاد لے کے آیا ہوں، اس نے کہا بتاؤ، تمہاری فریاد کو پورا کیا جائے گا، شاگرد نے کہا میں یہ فریاد لے کے آیا ہوں کہ آپ مجھے جیل بھیج دیجئے، ہاں،: جیل بھیج دیجئے، جی، میرے اوپر احسان فرمایئے، مجھے جیل بھیج دیجئے، حاکم وقت نے کہا: کیوں؟ اس نے کہا: تین دن سے آپ نے میرے استاذ کو جیل میں بند کیا ہے، میرا سبق کا ناغہ ہو رہا ہے، مجھے بھی جیل بھیج دیں، میں جیل کی صعوبتیں تو برداشت کر لوں گا، اپنے استاذ سے وہاں سبق پڑھ لیا کروں گا۔ یہ اس زمانے کے طلبا تھے جو جیل میں جانے کی دعائیں اور تمنا کیا کرتے تھے۔

اور ایک واقعہ تو اور عجیب ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک شہر میں درس دیتے تھے، ایک قریبی شہر کے لوگ آئے، حضرت سارے لوگ تو یہاں نہیں آسکتے، ہمارے یہاں بھی درس دیں، فرمایا، بھئی مسافت اتنی ہے کہ اگر میں یہاں سے وہاں جاؤں، اور واپس آؤں تو وقت نہیں بچے گا، انہوں نے کہا: حضرت ہم سواری کا انتظام کردیتے ہیں۔ آپ درس دینے کے بعد سواری پر بیٹھیں اور تیزی سے چل کے وہاں پہنچ جائیں، وہاں درس دیں اور سواری میں واپس آجائیں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو قبول کرلیا، اب درس پورا ہوتا، فوراً سواری پر بیٹھتے، سواری بھی تیز چلتی، گھوڑا تھا، یا اونٹ جو بھی تھا، دوسری جگہ درس دیتے پھر واپس آتے، ایک طالب علم آیا، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہتا ہے، حضرت مجھے آپ سے فلاں کتاب پڑھنی ہے، حضرت نے فرمایا: میں پڑھاؤں تو صحیح، میرے پاس تو وقت ہی نہیں، میں یہاں درس دیتا ہوں، سواری پر سوار ہوکے وہاں جاتا ہوں، وہاں درس دے کے پھر واپس آتا ہوں، اس نے کہا حضرت آپ یہاں درس دے کے جب سواری پر روانہ ہوتے ہیں، تو راستے میں آپ سواری پر بیٹھے بیٹھے تقریر فرمادیا کرنا، میں سواری کے ساتھ بھاگتا بھی رہوں گا، اور میں آپ سے علم بھی حاصل کرتا رہوں گا، تاریخ انسانیت میں طلب علم کی ایسی مثال کوئی دوسری قوم پیش نہیں کرسکتی، کہ اتنا حسن طلب اور شوق علم، اللہ اکبر کبیراً کہ استاذ سواری پر سوار ہوکے جارہا ہے، تقریر کررہا ہے، شاگرد بھاگ بھی رہا ہے اور اسکا لیکچر بھی سن رہا ہے۔

علم مشقت سے حاصل ہوتا ہے

ہمارے اکابر واسلاف نے علم دین کی خاطر بڑی قربانیاں پیش کی ہیں، بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں، غربت وافلاس اور تنگدستی کے باوجود بھی علم حاصل کرتے تھے۔

نہ انکے پاس کھانے کو کچھ رہتا، نہ روشنی حاصل کرنے کیلئے کوئی ذریعہ، اسلئے کسی دکان کے پاس رات میں جاکر اس کی کواڑ کے شگافوں سے آنے والی ہلکی روشنی میں اپنی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور کھانے کا بندوبست نہیں تو شام کیوقت بازاروں میں چلے جاتے اور بیوپاری سبزیاں فروخت کرکے خراب سبزیوں کو پھینک کر چلے جاتے یہ ان سبزیوں کو دھل کر کھالیتے اور علم دین حاصل کرتے اور آج تو الحمدللہ ہر طرح کی سہولیات میسر ہیں، رہنے کا نظم، کھانے کپڑے کا نظم، علاج وغیرہ کا انتظام، حتی کہ وظیفہ کا معقول نظم رہتا ہے، اور اساتذہ درسگاہوں میں پڑھانے کیلئے خود ہی آجایا کرتے ہیں اور اساتذہ کے گھر نہیں جانا پڑتا، مگر پھر بھی اس طرح کی محنت ولگن نہیں رہتی اور علم آہستہ آہستہ ہم سے رخصت ہورہا ہے اور علمائے عظام ایک ایک کرکے اٹھتے چلے جارہے ہیں مگر ان کی جگہیں خالی پڑی رہتی ہیں کوئی انکو پر کرنے والا ہی نہیں ہے۔ ابھی وقت ہے ہم سنبھل جائیں اور اپنے اکابر واسلاف کی علم دین کی میراث کی صحیح معنوں میں حفاظت کرنے والے بن جائیں اور نئے نئے فتنوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مقابلہ کرسکیں اگر ہم ان فتنوں کے سدباب کیلئے کوشش اور جدوجہد نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری گرفت فرمائے گا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

موجودہ زمانہ میں فتنوں کے دروازے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

سامعین عظام، صدر معلّمہ، مشفق ومہربان معلمات، ماؤں اور بہنو! میری تقریر کا موضوع ہے ''موجودہ زمانہ میں فتنوں کے دروازے'' اسی تعلق سے چند باتیں آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ قوم یہود پر جب سے قرآن کریم نے مغضوب اور معتوب ہونے کا ٹھپہ لگایا ہے تبھی سے وہ اس ''ابلیسی مشن'' کیلئے سرگرداں ہیں کہ عذاب وعتاب کی جس صف میں ہم کھڑے ہیں دیگر قومیں بھی آکر کھڑی ہوجائیں تاکہ اپنے جرم کا بوجھ کم ہو اور اس طرح اللہ رب العالمین کے سامنے بھی نعوذ باللہ عذر، حیلہ سازی یا قیل وقال کا

کوئی موقع ہاتھ آجائے، چونکہ کسی بھی قوم یا سوسائٹی کو گمراہ اور اللہ کے نزدیک مغضوب وملعون کرنے کیلئے عورتوں سے بڑھ کر اور کوئی حربہ نہیں ہوسکتا، اسی لئے یہودیوں نے اپنے مذکورہ منصوبے کی تکمیل کے لئے عورتوں کو سب سے پہلا مہرا بنایا۔ لہٰذا حدیث ''بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کا ظاہر ہوا'' یہودیوں کے اسی منصوبے کی تصدیق ہے۔ دراصل یہودیوں نے اپنے اس مقصد کی تکمیل کیلئے جن وسائل کا استعمال کیا وہ تھے سیکولرائزیشن اور اس کے نت نئے طریقے جنہیں ہم اسرار عالم کی معرکۃ الآراء تصنیف ''عالم اسلام کی اخلاقی صورت حال'' کے مطابق مندرجہ ذیل زمروں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۹۷۰ء کے بعد سیکولرائزیشن کے عمل کو آگے لے جانے کیلئے پہلے تجزیاتی طور پر اور ۱۹۹۰ء کے بعد عملی طور پر سیکولرائزیشن کے جدید ترین طریقے استعمال کئے جارہے ہیں۔ ان طریقوں کی ندرت ان کی توجیہ (Orientation) ہے جو کہیں بھی عقیدے، علم یا اخلاق کی سطح پر مذہبی مزاج لوگوں میں ہیجان پیدا نہیں کرتی لیکن اندر ہی اندر ان روحانیت پسند یا مذہب کے علم برداروں کو مذہبی اور روحانی اصولوں سے اجنبی بنارہی ہیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

بیوٹی پارلر کلچر

ان دنوں بڑی شد ومد سے مذہبی معاشرے میں بیوٹی پارلر کلچر کو ترجیح دینے کی کوشش ہورہی ہے۔ عورتوں کو شرافت اور اخلاقی اقدار سے بالکل بیگانہ بنادینے کی یہ ایک غیر معمولی کوشش ہے اور فحاشیت دوہریت کے کامیاب ترین طریقے میں سے ایک ہے۔

سیکس ایجوکیشن

اسکے ذریعے بالکل ابتدائی عمر سے بچوں اور چھوٹی عمر کے لوگوں کو سیکولرائز کیا جانے کا عمل شروع ہوا ہے۔ اس طریقے سے نئی نسل بہت جلد اور بغیر کسی مزاحمت کے بالکل ابتدائی عمر میں ہی سیکولرائز ہوجاتی ہے۔ اس طرح انسانی معاشرہ رفتہ رفتہ ان نوجوان لڑکے لڑکیوں سے خالی ہوجائے گا جو باحیا اور باکردار ہیں۔

مانع حمل کلچر

یہ دراصل شادی شدہ لڑکے اور لڑکیوں کو سیکولرائز اور مذہب وروحانیت سے دور کرنے کا موثر ترین طریقہ ہے۔ اسکے ذریعے مختلف طرح کے مانع حمل دواؤں اور ترکیبوں سے نوجوان نسل اور زوجین کو سیکولرائز یعنی شرافت، انسانیت اور خدائی اصولوں سے بیزار کیا جاتا ہے۔

ایڈس کلچر

ایڈس کلچر دراصل نیم جوانوں اور جوانوں کو جائز ازدواجی زندگی سے باہر نکال کر اور انہیں آزاد جنس کے دائرے میں لاکر سیکولرائز کرنے کی بڑی کامیاب کوشش ہے۔ ایڈس کلچر کو فروغ دینے کی غایت لوگوں کو ایڈس سے بچانا نہیں جیسا کہ دعویٰ کیا جارہا ہے۔، توفی الواقع صرف ذرائع ابلاغ کی ایک ساحری ہے جسے یہودی کرتے ہیں اس کی اصل غایت ازدواجی اور خانگی زندگی سے نکال کر معاشرے کو شرم وحیا اور اخلاقی بندھنوں سے آزاد کرتا ہے۔

کلچر شو کلچر

معاشرتی اور عمرانی سطح پر اختلاط مرد وزن کے مخالفین کو نیچا دکھانے یا انہیں غیر تربیت یافتہ ثابت کرنے کی یہ ایک موثر ترکیب ہے اس کے تحت کلچرل شو اور حیا سوز پروگراموں کو فروغ دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

فیشن شو کلچر

خوبصورتی کا یہ ایک جدید ترین اور کامیاب طریقہ ہے اس کے ذریعے فیشن اور تجارت کے نام پر پردے اور جذبے حیا کو ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بیوٹی کنٹسٹ کلچر

مقابلۂ حسن کی معاشرے کو بے پردہ اور موڈرن کرنے کی یہ ایک عجیب وغریب کوشش ہے اس کو نت نئے طریقوں سے عالمی سطح پر فروغ دیا جارہا ہے۔

شہر اور سیکورٹی کلچر

مساوات مرد وزن، ملازمت نسواں اور عورتوں کی بے لگام آزادی سب اسی منصوبے کا شاخسانہ ہے۔

ملبوسات کلچر

اباحیت پسندی اور سیکولرائزیشن کے دقیق طریقوں میں سے یہ بھی ایک نادر طریقہ ہے۔ اس کا ظاہر نہایت سادہ اور بے ضرر ہوتا ہے لیکن یہ ایک منصوبہ بند

کوشش ہے کہ جس کے ذریعے روح لباس، طرز رہائش، آداب، اطوار، رویہ اور جملہ اخلاق اقدار کو سیکولرائز کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جنز، اسکرٹ اور تمام نیم برہنہ ملبوسات دنیا والوں کو یہودیوں کی اس سازش کا بھگتان ہے۔

(عالم اسلام کی اخلاقی صورت حال، از اسرار عالم، ص:۶۴، ۳۶۳)

مذکورہ بالا یہودیوں کی منصوبہ بند طریقوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم سماج کی بہو بیٹیوں کا ذرا گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں چارونا چار یہ اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے کہ یہود اپنی سازش میں مکمل طور پر کامیاب ہیں کیونکہ ان کے خطوط کے مطابق آج ہر طرف فحاشی و بے حیائی عام ہو رہی ہے، کہیں دلکش پارکوں میں تو کہیں ہوش ربا تفریح گاہوں میں پھر مختلف طرح کے کلب اور سائبر تو اس عنوان سے کھلتے ہی ہیں۔ تعجب ہے کہ ہر خاص و عام کو یہ ساری چیزیں دکھائی دے رہی ہیں لیکن افسوس کہ کوئی نہیں ہے جو ان بدکاری کے اڈوں کو بند کروائے۔

مدد چاہتی ہے یہ حوا کی بیٹی
یشودھا کی ہم جنس، رادھا کی بیٹی
پیمبر کی امت، زلیخا کی بیٹی

(ماہنامہ الفیصل مارچ ۲۰۱۲ء)

یہودیوں کی اسلام دشمنی

قرآن کریم نے شروع ہی میں یہودیوں کی شرارت وخباثت کو ذکر کیا۔ اس کے علاوہ بھی قرآن کریم کئی ایک مقامات پر ان بدبختوں کا تذکرہ کیا ہے۔ حسد اور بغض وعداوت میں ساری حدوں کو پار کر جاتے ہیں حتی کہ انبیاء علیہم السلام کی مقدس ومعصوم جماعت کو قتل کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو سزائیں

دیں اور ان کے اوپر پہاڑوں کو بلند کیا تو اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ان کے جرائم کو بیان کیا گیا، ان میں سے ایک بڑا جرم یہ ہے کہ وہ نبیوں کو قتل کیا کرتے اللہ کی کتاب میں تحریف کیا کرتے اپنے مقصد برآوری کے لئے یہودی علماء لوگوں سے رشوتیں لے کر ان کی مرضی کے مطابق مسائل بتاتے تھے جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز قرار دیتے۔ یہودیوں کو یہ ناگوار گذرتا تھا کہ نبی آخرالزماں بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل میں تشریف لائے۔ آپ علیہ السلام کو یہودی علماء اس طرح جانتے پہچانتے تھے جس طرح کوئی اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ. جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور ان میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو حق بات کو چھپاتی ہے جب کہ انہیں سب کچھ معلوم ہے یعنی جان بوجھ کر بڑی ڈھٹائی سے اس جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس لئے ان بدبختوں کی چالوں سے ہمیں بچنے کی سخت ضرورت ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

فقراء ومساکین سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْراً. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات، صدر معلّمہ، عزیزہ طالبات! قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ فقراء ومساکین پر خرچ کرنے کا حکم فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کئی موقعوں پر فرمایا کہ یتیموں مسکینوں اور فقیروں پر خرچ کرو، فقراء ومساکین کے احادیث میں بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں دنیا کے اندر تو ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، لوگ ان کو قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھتے بلکہ ذلیل تصور کرتے ہیں، مگر اللہ کے یہاں ان کی بڑی عزت ہوگی انکے دل صاف وشفاف آئینہ کے مانند ہوں گے۔

بڑے بڑے مالدار ان کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھیں گے، ان پر رشک کریں گے اور اپنی دنیوی زندگی پر افسوس کریں گے کہ ہم نے جو کچھ کیا اور عیش وعشرت کے ساتھ زندگی گذاری یہاں تو ہمارے مقدر میں پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں، مگر اس وقت افسوس کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نظر اور خصوصی توجہ ہوگی فقیروں پر انہوں نے دنیا کے اندر جو تکلیفیں اٹھائیں اور پریشانیاں برداشت کیں ان کو بہتر صلہ ملے گا اور دنیا کی ساری مشقتیں بھول جائیں گے۔

فقراء کا اعزاز جنت میں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ کی مجلس میں فقراء کا قاصد آیا، ان کی آمد پر آپ نے فرمایا کہ مرحباء مبارک ہو، تمہیں بھی اور جن کی طرف سے تم آئے ہو، ان کو بھی کہ اللہ تم سے اور ان سے محبت کرتا ہے، قاصد نے عرض کیا کہ غریبوں کا ایک پیغام آپ تک لایا ہوں، وہ کہتے ہیں کہ مالدار ہم سے سبقت لے گئے، وہ لوگ مال کی وجہ سے حج وصدقہ وغیرہ کر کے بلند مراتب حاصل کر لیتے ہیں، ہم اس سے محروم ہیں، ارشاد فرمایا کہ فقراء تک میرا پیغام پہنچادو اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ثواب کی امید رکھو تو تمہارے لئے تین باتیں مخصوص ہیں ان میں مالداروں کا کوئی حصہ نہیں۔ جنت میں سرخ یاقوت کا بنا ہوا محل جس کی طرف اہل جنت اس طرح دیکھیں گے جس طرح دنیا میں ستاروں کو لوگ دیکھتے ہیں۔ (بہت بلند) اس میں سوائے نبی فقیر، شہید فقیر، مومن فقیر کے کوئی داخل نہ ہوگا۔

فقراء مالداروں کے مقابلے میں پانچ سو برس پہلے جنت میں چلے جائیں گے (حضرت سلیمان علیہ السلام دوسرے پیغمبروں سے چالیس سال کے بعد جنت میں داخل ہوں گے) اس تاخیر کی وجہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت ہے۔

فقیراور مالدار دونوں کلمہ سوم (یا کوئی حمد وثناء کا کلمہ) پڑھیں، اخلاص کے ساتھ، تو مالدار کو فقیر کے برابر ثواب نہیں ملے گا، چاہے وہ اس کے ساتھ دس ہزار درہم خیرات کرے (تمام نیکیوں کا یہی حال ہے) قاصد نے فقراء کو پیغام رسول اللہ ﷺ پہنچایا تو وہ خوش ہو کر کہنے لگے کہ اے پروردگار ہم راضی ہیں۔

کلمہ سوم کا تجزیہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ پاک نے عرش بنایا اور فرشتوں کو اٹھانے کا حکم دیا۔ تو فرشتوں کو عرش بہت وزنی محسوس ہوا، اس وقت فرشتوں کو سبحان اللہ پڑھنے کو کہا۔ چنانچہ اس کے پڑھتے ہی عرش کا اٹھانا آسان ہو گیا، فرشتے برابر اس کلمے کو پڑھتے رہے، یہاں تک کہ آدم علیہ السلام وجود میں آئے، آدم کو چھینک آئی تو الحمدللہ کہنے کا حکم دیا گیا اور اس کے جواب میں اللہ پاک نے فرمایا: یَرْحَمُکَ اللّٰہِ وَلِھٰذَا خَلَقْتُکَ۔ اللہ تم پر رحم فرمائے، تم کو اسی لئے پیدا کیا ہے۔ فرشتوں نے یہ کلمہ سنا تو سبحان اللہ کے ساتھ اس کو بھی پڑھنے لگے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ آیا بت پرستی کے خلاف اللہ نے حکم دیا کہ قوم کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرو، فرشتوں نے اس کو بھی ملا کر پڑھنا شروع کر دیا حتی کہ ابراہیم علیہ السلام کا دور آیا، ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم ملا، تعمیل حکم کرنے لگے تو جنت سے جبرائیل علیہ السلام دنبہ لے کر آئے۔ (کہ اسماعیل علیہ السلام کی جگہ اس کو قربان کرو) ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے خوشی میں نکلا۔ اللہ اکبر، فرشتوں نے اس کو بھی ملا لیا، اور اب یوں پڑھنے لگے.....

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

جبرائیل علیہ السلام نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کو سنایا تو آپ نے اظہار تعجب کے لئے فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمُ

اس پر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کلمہ کو پہلے کلمات کے ساتھ جوڑ لیا جائے، یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمُ

یہ تیسرا کلمہ کہلاتا ہے، احادیث میں اس کے بے شمار فضائل بیان کیئے گئے ہیں، فرشتوں نے نہایت اہتمام کے ساتھ اس کے ایک ایک جزو کا ورد کیا ہے، انسانوں کے لئے اس سے غفلت محرومی کا سبب ہے، کم سے کم صبح وشام ایک ایک تسبیح ضرور پڑھنی چاہیئے۔

ہر مخلوق اللہ کی حمد کرتی ہے

ساری مخلوق اللہ کی تسبیح وتحمید کرتی ہے اس لئے انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور جس کی تخلیق کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ. اور میں نے انسانوں اور جناتوں کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا فرمایا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ. کوئی ایسی شئی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ سمجھتے نہیں ان کی تسبیح کو۔ حالانکہ عبادت کا مکلّف صرف انسان وجنات کو ہی بنایا گیا ہے کسی اور مخلوق کو نہیں بنایا۔

انسان دو چیزیں ناپسند کرتا ہے

فقراء ومساکین اللہ کے معیوب بندے ہیں اگر وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ عَبْدَہُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِیْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِیَالِ. اللہ تعالیٰ کو اپنا وہ مومن بندہ بہت پیارا اور محبوب

ہے جو غریب و نادار اور عیال دار ہو اور اس کے باوجود باعفت ہو۔ یعنی ناجائز طریقے سے پیسے حاصل کرنے سے اور کسی کے سامنے اپنی ضروریات ظاہر کرنے سے بھی پرہیز کرے۔

ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:۔ اِثْنَانِ یَکْرَهُ هُمَا ابْنُ اٰدَمَ یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَیْرٌ لِّلْمُوْمِنِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَیَکْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ وَقِلَّةُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ. دو چیزیں ایسی ہیں جن کو آدمی ناپسند ہی کرتا ہے حالانکہ ان میں اس کے لئے بڑی بہتری ہوتی ہے۔ ایک تو وہ موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے فتنہ سے بہتر ہے اور دوسرے وہ مال کی کمی کو پسند نہیں کرتا حالانکہ مال کی کمی آخرت کے حساب کو بہت مختصر اور ہلکا کرنے والی ہے۔ اس لئے فقر و فاقہ کی نوبت آجائے تو صبر سے کام لینا چاہئے اور یہ خیال کرنا چاہئے کہ اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

عالمِ برزخ میں روحوں کا مقام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ (ابراھیم ۲۷)

صدر جلسہ قابل صد احترام معلمات عزیزہ طالبات ماؤں اور بہنو! ہم جس عالم میں زندگی گذار رہے ہیں اسے عالم دنیا اور مرنے کے بعد کی جو زندگی شروع ہوتی ہے اسے عالم برزخ اور قیامت قائم ہونے کے بعد کی جو ہمیشہ ہمیشہ کی لازوال زندگی شروع ہوگی اسے عالم آخرت کہتے ہیں انسان کبھی ختم نہیں ہوتا صرف اسکی جگہیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں یہ اللہ کی مرضی ہے جس کو جب تک چاہتے ہیں زندہ رکھتے ہیں اور جب چاہتے ہیں وفات دیتے ہیں جب انسان مرجاتا ہے تو

اسکا جسم تو سڑگل جاتا ہے البتہ کچھ اللہ کے مخصوص بندے ایسے ہوتے ہیں کہ انکا جسم اسی طرح محفوظ رہتا ہے جیسا کہ انتقال کے وقت البتہ روح ہر ایک کی زندہ رہتی ہے غمی وخوشی اور تکلیف وراحت محسوس کرتی ہے۔

مومن کی روح رشتہ داروں کی روح سے خوش ہوتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جب فرشتے مومن کی روح کولیکران مومنین کی ارواح کے پاس لے جاتے ہیں جو پہلے سے جاچکے ہیں تو وہ ارواح اس کے پہونچنے پر ایسی خوش ہوتی ہیں کہ اس دنیا میں تم بھی اپنے کسی غائب کے آنے پر اتنا خوش نہیں ہوتے پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے پھر وہ خود ہی آپس میں کہتے ہیں کہ اچھا ابھی ٹھیرو پھر پوچھ لینا چھوڑو ذرا آرام کرنے دو چونکہ دنیا کے غم میں مبتلا تھا، پھر وہ بتانے لگتا ہے کہ فلاں اسطرح ہے اور فلاں اس طرح ہے اور وہ کسی شخص کے بارے میں کہتا ہے جو اس سے پہلے مرچکا تھا کہ وہ تو مرگیا کیا تمہارے پاس نہیں آیا؟ یہ سنکر وہ کہتے ہیں کہ جب دنیا سے آگیا اور ہمارے پاس نہیں آیا تو ضرور اسکو دوزخ میں پہنچا دیا گیا۔ (مشکوۃ بحوالہ شوق وطن)

برزخ والوں پر زندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں

طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ تمہارے اعمال تمہارے رشتہ داروں اور خاندان والوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں جو آخرت میں پہنچ چکے ہیں اگر تمہارا عمل نیک ہوتو وہ خوش ہوتے ہیں اور خداوند کریم سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ یہ آپ کا فضل اور رحمت ہے سو آپ اپنی نعمت اس پر پوری فرمادیجئے اور اسی پر اس کو موت دیجئے اور اگر برا عمل ان کے سامنے پیش

ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ اسے اللہ اس کے دل میں نیکی ڈالدے جو تیری رضا اور تیرے قرب کا سبب ہوجائے۔

منکر نکیر کے سوال وجواب

حدیث شریف میں آتا ہے جب بندہ مرجاتا ہے اور اسکو دفنا دیا جاتا ہے ابھی اسکے ساتھی اس کو دفنا کر واپس ہوتے ہیں دو فرشتے مردے کے پاس آتے ہیں اور اسکو بیٹھاتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے اگر وہ مومن ہوتا ہے تو جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر دوسرا سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر تیسرا سوال نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہوتا ہے کہ یہ کون ہیں مردہ جواب دیتا ہے حضرت محمد ﷺ ہیں پھر اس کیلئے جنت کی کھڑکیاں کھولدی جاتی ہیں اور جنت کا لباس پہنا دیا جاتا ہے اور آرام کیساتھ وہ سوتا رہتا ہے اور اگر مرنے والا کافر ومشرک ہے تو ہر سوال کے جواب میں کہتا ہے ہائے افسوس مجھے کچھ معلوم نہیں پھر لوہے کے گرزوں سے اس کو مارا جائیگا جس سے وہ اس طرح چیخے گا کہ جن وانس کے علاوہ ساری مخلوق سنے گی، عذاب قبر برحق ہے جس نے منکر نکیر کے تینوں سوالوں کا جواب دیدیا اس کو تو آرام ہی آرام اور جس نے جواب نہیں دیا اس کیلئے سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اس لئے آج ہی سے اس عذاب سے بچنے کی تیاری کریں نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں عقلمند آدمی وہ ہے جس نے نفس کو اپنے تابع کرلیا اور وہ کام کیا جو مرنے کے بعد اس کو کام آئے اسلئے ہم عقلمندوں میں سے بنیں اور آخرت کی تیاری کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کے عذاب سے محفوظ فرمائے۔ آمین! وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ☆

بحمد اللہ تعالیٰ ''طالبات تقریر کیسے کریں؟'' جلد پنجم تمام ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.